۷۸۶

بفضلِ ذی عزّ و علا

دارالعلوم فرقانیہ ٹونک

ترقی کی راہوں پر

رپورٹ جلسہ تعلیمی

بسلسلۂ تشریف آوری حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

ناظم اعلیٰ ندوۃ العلماء لکھنؤ و تلمیذ رشید و شاگرد خاص

حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی

شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بانیٔ مدرسہ فرقانیہ ٹونک

منعقدہ بتاریخ ۱۸؍ و ۱۹؍ اکتوبر سنہ ۱۹۷۶ء مطابق ۲۳؍ و ۲۴؍ شوال سنہ ۱۳۹۶ھ

مرتبہ

(حکیم قاضی) محمد عمران خاں ٹونکی

خادم مدرسہ ہٰذا

www.abulhasanalinadwi.org

نام کتاب

دار العلوم فرقانیہ ٹونک

ترقی کی راہوں پر

تاریخ : — جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق اپریل ۱۹۷۸ء

تعداد : — پانچ صد

شائع کردہ : — دار العلوم فرقانیہ ٹونک

مرتبہ : — حکیم قاضی محمد عمران خاں ٹونکی

زیر اہتمام : — محمد عمر خاں ندوی

طباعت : — جمال پرنٹنگ پریس جامع مسجد دہلی

ہدیہ برائے تعاون مدرسہ — (2/-) دو روپے

www.abulhasanalinadwi.org

مشتملات

	مضامین	صفحات
۱	پیش لفظ	۵
۲	کارروائی جلسۂ تعلیمی	۲۱
۳	رپورٹ مدرسہ فرقانیہ	۳۵
۴	تقریر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بمدرسہ فرقانیہ	۵۲
۵	کارروائی خطابِ عام بہ جامع مسجد قافلہ	۷۱
۶	تقریر مولانا — بہ جامع مسجد قافلہ	۷۲
۷	تقریر حکیم مولوی احمد حسن خاں صاحب مفتی، بہ جامع مسجد قافلہ	۱۰۵
۸	تقریر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بہ دارالعلوم خلیلیہ ٹونک	۱۱۴

www.abulhasanalinadwi.org

انتساب و اعتذار

مولانا سید ابو الحسن علی میاں صاحب ندوی مدظلہ العالی آج سے ڈیڑھ سال قبل ماہِ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں ٹونک تشریف لائے تھے، اُس وقت کی یہ رپورٹ کافی تاخیر کے بعد آج آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہو رہی ہے۔ یہ تاخیر غیر اختیاری وجوہ کی بناء پر ہوتی رہی۔ اس لئے ہم اہلِ مدرسہ اس تاخیر پر معذرت کناں ہیں —— لیکن ساتھ ہی مسرت محسوس کرتے ہیں کہ اس رپورٹ اور اِس روئداد کی اشاعت ایسے موقع پر ہو رہی ہے جبکہ مولانا موصوف ڈیڑھ سال بعد پھر ٹونک تشریف لا رہے ہیں اور "کل ہند پیامِ انسانیت" کے سلسلہ میں بتاریخ ۲۴ و ۲۵ اپریل ۱۹۷۸ء خطاب فرما کر ہم جملہ ساکنانِ ٹونک کے لئے مزید استفادہ کرنے اور آپ کے نصائح و فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع عنایت فرما رہے ہیں۔ اِس اہم موقع پر ہم لوگ مولانا کے سابق خطابات کو ضبطِ تحریر کر کے ایک حقیر تحفہ کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔

اراکین
مدرسہ فرقانیہ
ٹونک (راجستھان)

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدرسہ عالیہ فرقانیہ ٹونک، اس ریاست کا وہ مشہور، متعارف اور ہر دلعزیز مدرسہ ہے، جو وقتِ قیام سے لیکر اب تک بحمداللہ نہایت خلوص، دیانتداری اور امانتداری کے ساتھ نہالانِ قوم کی خدمت گذاری میں مصروف رہا ہے اور تقسیم ہند سے پہلے بھی اور تقسیم ہند کے بعد بھی اپنی خدمات کے لحاظ سے اہالیان ٹونک کی نظر میں ہمیشہ ممتاز و متعارف رہا ہے۔ عمر کے لحاظ سے شاید دوسرے قدیم مدارس کے مقابلہ میں بہت کم نظر آئے لیکن اس ریاست کا بچہ بچہ واقف ہے کہ یہ مدرسہ اپنی پُرخلوص خدمات کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز و سرفراز رہا۔

کیوں نہیں! اُسکے بانی حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحب ٹونکی مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا حکیم قاضی محمد عرفان خانصاحبؒ ناظم عدالت شرع شریف ٹونک جیسے ممتاز و مقبول حضرات کے ہاتھوں یہ پودہ

www.abulhasanalinadwi.org

لگایا گیا تھا اور ان مخلصین کاملین کی سرپرستی ہمیشہ اسے حاصل رہی۔ بھلا ایسے بابرکت ہاتھوں کا لگایا ہوا پودہ کیسے سرسبز و شاداب نہ ہو سکتا ہو۔ یہ اُن ہی مخلص حضرات کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ تقسیم کے بعد بھی، تاریک سے تاریک دور میں بھی یہ مدرسہ آباد اور اپنی پُرخلوص خدمات کے لحاظ سے سربلند رہا اور وقت قیام سے لے کر اب تک بحمداللہ اس کی خدمات عوام و خواص کی نظر میں ہمیشہ مستحسن شمار ہوتی رہیں ـــــ رب کریم سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ آئندہ بھی اس ادارہ کو شاداب اور بارآور رکھے۔ یہ اُن ہی مخلص بانی حضرات کی نیک نیتی اور پرخلوص جذبات اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اب تک یہ ادارہ اُسی طرح بحمداللہ آباد اور نہالانِ قوم کی خدمت گزاری میں سرگرم عمل ہے

جو حضرات اس ادارہ کے وجہ قیام سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جب حضرت مولانا حیدر حسن خانصاحب ٹونکی، ارباب ندوہ کی خواہش اور اصرار پر غالباً ۱۹۲۲ء میں ٹونک سے لکھنؤ منتقل ہوتے۔ اور وہاں آپ کو شیخ الحدیث ہونے کے علاوہ ندوۃ العلماء کے اہتمام کی، ذمہ داری بھی سنبھالنی پڑی۔ اس قیام لکھنؤ کے زمانہ میں آپ نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ دیکھا اور اس کی مفید اور کارآمد خدمات آپ کے سامنے آئیں۔ یہ مدرسہ، مولانا عین القضاۃ صاحب کا قائم کردہ تھا اور اس وقت تجوید قرآن کے سلسلے میں پورے ہندوستان میں اپنا ایک نام پیدا کر رہا تھا اور اس تک اُسے ملک بھر کے چیدہ اور باصلاحیت مجودین کی خدمات بھی حاصل تھیں۔

مدرسہ کی یہ خدمات دیکھ کر مولانا کے دل میں بھی غبطہ پیدا ہوا اور آپ نے چاہا کہ اُن کا وطن ٹونک، جو وقت قیام سے لے کر ہمیشہ علوم و فنون اور صاحبان کمال کا مرکز رہا ہے اور علوم تجوید قرآن بھی وہاں اسی طرح مقبول و متداول رہے ہیں وہاں بھی تحفیظ قرآن اور تجوید قرآن کے لئے اسی معیار کا ایک مدرسہ

www.abulhasanalinadwi.org

قائم کیا [illegible] میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ہر جانب سے اس کے اسباب پیدا ہونا شروع ہوگئے۔ ہر حلقہ سے آپ کو تعاون ملا۔ وطن کے خیر پسند اور نیک پسند حضرات نے آپ کی آواز پر لبیک کہا، اور ماشاء اللہ ہر جانب سے مولانا کو اپنے اس خواب کی تعبیر پوری ہوتی نظر آنے لگی۔ سید عزیز الدین صاحب۔ عرب، بغدادی، صاحبزادہ احمد خانصاحب عرف صاحبزادہ منجھلے میاں کوٹھی والے، سید وحید الدین صاحب ناظم، مولوی قاضی محمد عرفان خانصاحب اور اسی طرح کے چند اور مخلص حضرات ہیں جن میں کا ہر فرد، اس معاملہ میں مولانا کے لیے "صاحب الغار" ثابت ہوا۔ اور اللہ کا نام لے کر ان صاحبان نے ۱۹۲۵ء میں، اسباب و وسائل سے بے نیاز ہو کر اس کار خیر کی ابتدا کر دی۔ معلوم نہیں ان حضرات کی ان مساعی میں خلوص وللہیت کا جذبہ کس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، جس کی وجہ سے اس خیر میں اللہ نے وہ برکت اور قبولیت عطا فرمائی، جس کے نتیجے میں، اس وقت سے لے کر اب تک اس مدرسہ سے بے شمار حفاظ، قراء، مجودین اور دیگر علوم میں صلاحیت رکھنے والے افراد پیدا ہوتے رہے۔ جس کی تفصیلات بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے اور جس کا کچھ اندازہ، مدرسہ کی رپورٹ، اور ان ضمیموں سے کر سکیں گے جو معلومات اور تاریخی یادگار کے لئے آئندہ کتابچہ کی شکل میں علیحدہ شائع کئے جائیں گے ان شاء اللہ۔

تقسیم ہند کے بعد جس طرح ہندوستان کے تمام مسلم ادارے حالات سے متاثر ہوئے، اسی طرح یہ مدرسہ بھی، ان بدلے ہوئے حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ادھر مسلمانوں میں دینی تعلیم کا وہ ذوق وشوق بھی باقی نہیں رہا تھا۔ دنیوی تعلیم کی اہمیت اور اسکولوں کی کثرت کی وجہ سے

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان بچے، اکثر ابتدائی عمر سے سرکاری اسکولوں میں داخل ہونے لگے۔ یا محنت مزدوری کرکے ابتدا ہی سے بیڑی وغیرہ بنانے یا کسی دوسرے مشغلے میں مصروف ہونے لگے۔ تعلیم یافتہ اور سنجیدہ طبقہ نے خصوصیت سے اپنی اولاد کو ان مدارس سے دور رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ تمام دینی مدارس و مکاتب طلبا سے خالی نظر آنے لگے ـــــ خدا کا شکر ہے کہ یہ مدرسہ، ان حالات سے متاثر ضرور ہوا لیکن کم، کم۔

ایسے مایوس کن حالات سے سابقہ پیش آنے کے اسباب میں، ایک اہم اور بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ یہ مکاتب و مدارس، اپنے طریقہ تعلیم اور معیار تعلیم کے لحاظ سے بُری طرح زوال پذیر ہو چکے تھے اور بچوں کے لئے ابتداء سے جس طرح کی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوتی ہے، اُس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں سمجھے جاتے تھے۔ بچوں کی ضروریات اور آئندہ زندگی میں اونہیں جس جس صلاحیت اور جس جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے، اُس کی طرف، ابتدا سے دھیان نہیں دیا جاتا تھا ـــــ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ مسلمان بچے ان مدارس سے دور ہوتے چلے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی دُور ہو گئے۔ یہ ملت کے لئے سخت نقصان اور اجتماعی طور پر بڑے خسران کا موقع تھا۔

دینی تعلیم سے دُور ہو جانے کا دوسرا عام اثر مسلمان بچوں پر یہ ہوا کہ مسلمان بچے عربی، فارسی ہی سے نہیں، اُردو تعلیم تک سے دُور ہوتے چلے گئے۔ جس کے مظاہر آج ہم آپ دن رات، اسکولوں اور کالجوں سے فارغ ہونے والے طلبا میں دیکھتے رہتے ہیں۔

یہ وہ ناقابل تلافی زیان و نقصان نظر آرہا تھا جس کی طرف توجہ کرنے

www.abulhasanalinadwi.org

کی بڑی ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن حالات بڑے مایوس کن تھے۔ دینی بے حسی عام تھی۔ دینی تعلیم سے محروم ہونے کے بعد عربی یا فارسی کی تعلیم کی طرف توجہ کرنا بے معنی اور غیر مفید نظر آتا تھا ـــــــ لیکن خدائے قدوس کی کارفرمائی اور کرشمہ سازی کہ آہستہ آہستہ حالات میں تبدیلی آنا شروع ہوئی۔ ملکی حالات بھی بدلے۔ عربی اور فارسی کی طرف توجہ کرنے والوں کی مانگ میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ ملکی اور غیر ملکی سفارت خانوں میں ان زبانوں کے ماہرین کی بڑی مانگ تھی۔ عرب ممالک سے تعلقات کی بنا پر تجارتی اور رول ملک میں ایسے لوگوں کی ضرورت پیش آنے لگی ـــــــ لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور احساس ہوا کہ اب یہ زبانیں صرف فرسودہ زبانیں ہی بنکر نہیں رہ جائینگی بلکہ ان میں اگر جدت پیدا کی جائے تو دینی اعتبار سے ہی نہیں، دنیوی اعتبار سے بھی، ان زبانوں کا حصول، مفید ہی نہیں، لازم اور ضروری معلوم ہوتا تھا۔

اسی ضرورت کے پیش نظر، ملک میں کئی ادارے، اس سلسلہ میں پیش پیش اور اپنی دور بینی اور پیش بینی کا ثبوت دے رہے تھے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اس معاملے میں پورے ملک میں ممتاز نظر آتا ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت تھی جسکی طرف ان اداروں نے توجہ کی اور جو حضرات بھی ان سے استفادہ کر سکے، یہ اُن کے لئے انفرادی ہی نہیں، اجتماعی اور ملی اعتبار سے بھی مفید رہا۔

ہمارا راجستھان، اس معاملہ میں بہت پیچھے تھا۔ راجستھان میں ایسے علاقے بھی کتنے ہیں جہاں دینداری یا دینی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی جائے، پھر بھی جہاں جہاں یہ احساس پیدا ہوا اور توجہ کی گئی وہاں بمصداق "لِکُلِّ شَیْءٍ آفَةٌ وَلِلْعِلْمِ آفَاتٌ" کے تحت، طرح طرح کی مشکلات پیش آتی رہیں۔ اوّل تو دینی تعلیم یا عربی فارسی کے علوم کی طرف اپنی اولاد کو ابتداء سے لگانے والے ہی کتنے تھے، اگر کوئی توجہ کرے بھی تو اس کے اسباب نہیں۔ معاشی وسائل کی کمی اس سلسلہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں سب سے پہلے مانع آتی ہے ۔ اس کے باوجود اگر کوئی ہمت کرے تو بچے کی عمر کا تفاوت دخل اندازی کرتا ہے ۔ اس لیے کہ اس کم عمری میں بچہ اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ اپنے والدین یا اپنے وطن سے طویل مدت کے لئے دور رہے ۔ والدین بھی اس کم عمر بچے کو دور رکھنے کو تیار نہیں ہوتے ـــــ اگر بچہ کی عمر کی پختگی کا انتظار کیا جائے تو اس مدت میں بچہ کسی دوسری تعلیمی لائن پر لگ چکا ہوتا ہے ۔ یا معاشی زبوں حالی کی وجہ سے کسی صنعت و حرفت یا کسی دوسرے دھندے کی نذر ہو جاتا ہے ۔

یہ ایسی کشمکش تھی جس پر قابو پانا آسان نظر نہیں آتا تھا۔ اس موضوع پر جس قدر بھی غور کیا گیا، اس کا حل، اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا کہ مقامی طور پر یہ انتظام کیا جائے کہ ابتدائی درجات کی تعلیم، ان جدید اداروں کے معیار کے مطابق اپنے ملا و اور اپنے مقام پر دی جائے اور اس کا الحاق اور اس کا رابطہ کسی معیاری ادارے سے رکھا جائے۔ تاکہ اسباب و وسائل کے مطابق جہاں بھی ان درجات کے درجہ سوم، چہارم یا پنجم یا جہاں تک بھی انتظام کیا جا سکتا ہو، وہاں تک بچوں کو تعلیم دلائی جائے اور اس کے بعد ندوۃ العلماء جیسے کسی ادارے میں براہِ راست داخل کرا دیا جائے ۔ اس مدت میں بچہ بھی عمر کے اس مرحلہ میں آجاتا ہے کہ وہ اپنے وطن اور اپنے گھر سے دور رہ کر بآسانی اپنی تعلیم جاری رکھ سکتا ہے اور اس میں خود بھی یہ شعور پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ مزید محنت کر کے اپنی تعلیم کی تکمیل کر سکے ۔

یہ وہ مسائل ہیں جن پر سبھی حلقوں میں غور ہوتا رہا ہے اور ملک و ملت کے وہ حضرات جنھیں اللہ نے فہم و ادراک کی مزید صلاحیت دی ہے وہ ہمیشہ اس پر غور کرتے رہے ۔ مدرسہ فرقانیہ کے ذمہ دار حضرات کے سامنے بھی یہ مسائل برابر پیش نظر رہے لیکن عملاً کوئی قدم نہیں اٹھایا جا سکا ـــــ

كُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا ـــــ مشیتِ ایزدی کی چارہ گری، اور

www.abulhasanalinadwi.org

قضاء الٰہی کی کرشمہ سازی، کہ سال گزشتہ ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ حضرت مولانا، سید ابوالحسن علی ندوی، ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۷۶ء میں راجستھان میں تشریف لانے والے تھے۔ مولانا کو راجستھان میں ٹونک سے اور ٹونک میں خاص طور پر اس مدرسہ سے جو تعلق ہو سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہ مدرسہ اُن ہی کے استاذ محترم مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ ٹونکی کا قائم کردہ تھا۔ مولانا اپنے اُستاذ محترم کے ساتھ، ایک بار نہیں متعدد بار، اپنے تعلیمی دور میں ٹونک تشریف لا چکے ہیں اور اس مدرسہ کو پھلتے پھولتے اور اس کی تعلیمی خدمات اور سرگرمیوں کو دیکھ چکے ہیں۔

مولانا کی اس تشریف آوری کو اہل مدرسہ نے فال نیک سمجھا اور یہ طے کیا گیا کہ مولانا کو زحمت دی جائے اور اللہ کا نام لے کر (بسم اللہ کر کے) مولانا کے ہاتھوں جدید عربی کے ابتدائی درجات کا سلسلہ مدرسہ میں شروع کر دیا جائے اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اسکے ضمن میں چلنے والے اُردو وغیرہ کے درجات بھی سدھر سکیں گے اور مدرسہ کا معیار آہستہ آہستہ درجہ وار قائم کیا جا سکے گا۔

یہ فیصلہ ہوتے ہی، اہل مدرسہ کی جانب سے مولانا سے استدعا کی گئی کہ ٹونک بھی تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ اس مدرسہ کی سرپرستی فرمائیں اپنے مفید اور اہم مشوروں سے نوازیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مدرسہ میں ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے معیار کے مطابق ابتدائی درجات کھولنے کی اجازت دیدیں تاکہ وہ کم عمر بچے، جو اپنی کم عمری کی وجہ سے ندوہ کے ابتدائی درجات میں داخلہ نہیں لے پاتے ہیں یا وہ والدین جو اپنی اولاد کو اس لائن پر لگانا چاہتے ہیں اور اپنی مجبوریوں کی بنا پر، اولاد کو اس طرح کی تعلیم دلانے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اُن کی تعلیم کا مسئلہ حل ہو۔ مولانا نے اہل مدرسہ کی اس استدعا کو بخوشی

www.abulhasanalinadwi.org

قبول اور منظور فرمایا اور اپنی گوناگوں مصروفیات اور یہاں سے واپسی پر فوراً ہی تین ملکوں کا سفر درپیش ہونے کے باوجود آپ نے ٹونک تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی۔

اس زحمت کے ساتھ ساتھ مولانا سے یہ بھی استدعا کی گئی تھی کہ وہ ان درجات کا الحاق کر لینے کے ساتھ ساتھ اپنے یا ندوہ کی معرفت اس مدرسہ کے لئے کسی اہل اُستاد کا تعین اور تقرر کرنے کی ذمہ داری بھی قبول فرمالیں تاکہ ان درجات کے ابتدائی طلبا، وہاں کے معیار کے مطابق برابر تیار ہوتے رہیں۔ سالانہ امتحانات دلانے کا انتظام بھی وہیں کی معرفت کیا جانا آئندہ ممکن ہے۔ بہرحال مولانا نے ہماری ان درخواستوں کو تہہ دل سے قبول فرمایا۔ اپنے اُستاد محترم کے اس مدرسہ کی کچھ خدمت کرنا یا سرپرستی قبول کر لینا اپنے لئے قابلِ فخر تصوّر فرمایا اور مزید تعاون اور خدمت کا بھی وعدہ فرمایا۔ خط و کتابت کے ذریعہ مولانا سے ٹونک تشریف آوری کا تعین کیا گیا۔ اور وقت کی کمی اور اسباب و وسائل کی قلت کے باوجود، مدرسہ کی جانب سے، مولانا کی آمد کے سلسلے میں خاطر خواہ اہتمام کرنے کے انتظامات شروع کر دیے گئے۔ عمارت مدرسہ کی فوری طور پر مرمت اور درستی کرانے کی کوشش کی گئی۔ راجستھان اور راجستھان سے باہر مدرسہ کے جس قدر معاونین اور مخلص حضرات تھے اُنھیں اِس خوشخبری سے مطلع کیا گیا اور استدعا کی گئی کہ وہ اس اہم موقع پر تشریف لائیں۔ الحمدللہ جے پور، کوٹہ، رام گنج منڈی، موڑک، احمد آباد ——— وغیرہ سے مدرسہ سے تعلق رکھنے والے حضرات تشریف لائے۔ احمد آباد سے نہ صرف ٹونک سے تعلق رکھنے والے افراد ہی تشریف لائے بلکہ مولانا کا نام اور ٹونک تشریف آوری کا پیام سُن کر مستقل احمد آباد میں رہنے والے حضرات نے بھی ٹونک تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی جنہیں مدرسہ سے قلبی تعلق تھا ——— ہم

www.abulhasanalinadwi.org

[illegible] سے ممنون و مشکور ہیں۔

مولانا کی تشریف آوری اور تاریخوں کا تعین ہو جانے کے بعد، شہر کے تمام سنجیدہ اور تمام مدارس و مکاتب سے تعلق رکھنے والے حضرات سے رابطہ پیدا کیا گیا اور انہیں زحمت دی گئی تاکہ مولانا کی تشریف آوری کے موقع پر، بعد مشورہ، ایک اچھا، مناسب اور مفید پروگرام ترتیب دیا جا سکے۔ الحمد للہ جملہ حضرات نے اس دعوت کو خوش آمدید کہا، شہر کے تمام حلقوں نے اس پروگرام میں دل سے حصہ لیا اور مولانا کی تشریف آوری کو فالِ نیک سمجھا۔

مولانا ۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو صبح تشریف لاکر ۱۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو، صبح واپس تشریف لے جانے والے تھے۔ اس ۲۴ گھنٹہ کی مدت کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی غرض سے اس مدت کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ مدرسہ میں ایک تعلیمی اجلاس، بعد عشاء خطاب عام۔ دوسرے دن صبح شہر کے برگزیدہ اور سنجیدہ حضرات سے ملاقات اور تبادلۂ خیال۔

اس سلسلہ میں جو تفصیلی پروگرام تیار کیا گیا تھا۔ اُس کی مکمل نقل، ساتھ میں دی جا رہی ہے۔ مدت قیام کی کمی اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کے پیش نظر، مولانا کے قیام کا انتظام بھی عمارت مدرسہ میں کیا گیا تاکہ اس کم مدت میں مدرسہ کے تمام پروگرام بآسانی پورے ہو سکیں اور مدرسہ ہی میں سب سے ملاقات اور تبادلۂ خیال میں بھی سہولت رہے۔

مولانا کی تشریف آوری کے سلسلہ میں جو تعلیمی اجلاس رکھا گیا تھا اور جس میں شہر کے تمام مدارس و مکاتب کے طلبار، اساتذہ اور ان اداروں کو چلانے والے تمام حضرات حصہ لینے والے تھے۔ اس تعلیمی اجلاس کا وقت مولانا کی تشریف آوری کے بعد نماز ظہر سے فوراً متصل رکھا گیا تاکہ نماز عصر

www.abulhasanalinadwi.org

تک یہ پروگرام چلتا رہے ۔ اسی میں مدرسہ کی رپورٹ بھی پیش ہونے والی تھی ۔ اور مولانا کے ارشادات سے بھی مستفیض ہونا تھا ـــــ عصر کے بعد سے عشاء تک، شہر کے مختلف حلقوں کے، متعدد حضرات سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کا وقت رکھا گیا ۔

بعد عشاء مولانا خطاب عام فرمانے والے تھے ۔ اس کے لئے مسجد قافلہ کا انتخاب کیا گیا ۔ اس انتخاب میں مولانا کے دلی تعلق اور دل بستگی کا پورا لحاظ رکھا گیا ۔ اس لئے کہ مولانا جب بھی ٹونک تشریف لاتے ہیں سید صاحبؒ اور بزرگوں کے تعلق کی وجہ سے اکثر نمازیں اسی مسجد میں ادا کرنا پسند فرماتے ہیں چنانچہ یہ انتخاب اور پروگرام بہت اچھا رہا ۔

پروگرام کے باقی حصے، یعنی مولانا کی پسند کے مطابق، جہاں جہاں وہ تشریف لے جانا چاہتے تھے، اپنے بزرگوں کی جو جو یادگاریں ملاحظہ فرمانا چاہتے تھے، اپنے اُستادِ محترم یا دیگر بزرگوں کی فاتحہ خوانی کے لئے گورستان یا تعزیت کے لئے گھر پر تشریف لے جانا چاہتے تھے ۔ اس باقی ماندہ پروگرام کی تکمیل، مولانا کی مرضی اور سہولت کے مطابق دوسرے روز پورا کرنے کی کوشش کی گئی ـــــ یہ تمام تفصیلات آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔

مدت بعد مولانا کی ٹونک تشریف آوری اور اس سلسلہ کے تمام پروگرام میں جو چیز خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ دو دن کی اس مدت میں آپ کی تشریف آوری، آپ کی پرخلوص تقاریر، ٹونک سے تعلق اور بے پناہ دل چسپی کی بنا پر پورے شہر میں ایک عجیب روحانی ماحول پیدا ہو گیا تھا ۔ اس میں حصہ لے کر ہر شخص اپنے میں ایک عجیب روحانی بالیدگی، فرحت و مسرت

www.abulhasanalinadwi.org

اور ایک عجیب پُر سکون کیفیت محسوس کر رہا تھا جس کا اظہار نوک زبان یا زبان قلم سے ممکن نہیں ہے۔ یہ وہ کیفیات تھیں جو شہر کے سب لوگ محسوس کر رہے تھے اور ایسا اندازہ ہو رہا تھا کہ عرصہ دراز کے بعد اللہ نے ایسے مواقع عطا فرمائے ہیں کہ یہ کیفیات اُجاگر ہوں اور رُوح میں بالیدگی پیدا ہو۔ ربِّ کریم سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار اس طرح کے مواقع عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا کی تشریف آوری کو زیادہ مفید بنانے اور اُن کی تقاریر اور مواعظ حسنہ اور آپ کے خیالات سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی غرض سے مولانا کی تمام تقاریر اور مدرسہ کا پروگرام "ٹیپ ریکارڈ کیا گیا۔ مدرسہ کی جانب سے بھی اس کا اہتمام کیا گیا تھا اور دوسرے تعلق رکھنے والے حضرات نے بھی اپنی خوشی اور دلچسپی سے اپنے طور پر اس کا اہتمام کیا۔ چنانچہ مدرسہ کی رپورٹ ترتیب دیتے وقت، مولانا کی اصل تقاریر یا سی ٹیپ ریکارڈ سے ضبط تحریر میں لاکر یہاں رپورٹ کے ساتھ پیش کی گئی ہیں تاکہ مولانا کے خود کے ارشادات سے پورا استفادہ کیا جا سکے۔

مولانا ٹونک تشریف لانے سے دو روز قبل جے پور تشریف لانے والے تھے۔ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۷۶ء کو جے پور میں "جامعہ ھدایت" کا سنگ بنیاد مولانا کے ہاتھوں رکھا جانے والا تھا۔ یہ افتتاح اور یہ سنگ بنیاد بھی، راجستھان کے مسلمانوں کے لئے نیک فال باعث صد مسرت ہے۔ اس موقع پر بھی مولانا نے ایک نہایت جامع، اہم اور مفید تقریر کثیر مجمع کے سامنے فرمائی ——— مولانا کے خیر مقدم کے لئے جے پور پہنچنا ہی تھا اس لئے بحمد اللہ جے پور کے پروگرام میں بھی شرکت ہوئی اور مولانا کے اس پر مغز اور جامع خطاب سے استفادہ کا موقع ملا۔ جے پور کی یہ تقریر اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا کے لئے جے پور سے ٹونک کا یہ سفر کار کے ذریعہ طے پایا تھا۔ اس لئے خصوصی کار کا انتظام کیا گیا۔ ۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء کی صبح کو مولانا ناشتہ کے بعد جے پور سے روانہ ہونے والے تھے۔ مولانا حکیم احمد حسن خاں صاحب مفتی کو جے پور سے ٹونک تک مولانا کی ہمراہی میں تشریف لانا تھا۔ چنانچہ تاریخ مقررہ پر جے پور سے مولانا کی روانگی ہوئی۔ البتہ قدرے تاخیر سے ہوئی۔ اس لئے مولانا ٹونک بھی قدرے تاخیر سے پہنچ سکے۔

حدود ٹونک میں مولانا کا پہلا خیر مقدم رود بناس پر ہونے والا تھا۔ وہی رود بناس جس سے مولانا کو بڑا انس اور محبت ہے۔ وہی رود بناس جسکے کنارے بیٹھ کر کسی زمانے میں مولانا نے اپنی ابتدائی تصنیف "سیرت سید احمد شہید" رحمہ اللہ کا تاریخی مقدمہ تحریر فرمایا۔ وہی دریائے بناس جس کا صاف ستھرا شیریں و شفاف پانی مولانا کو ہمیشہ مرغوب رہا ——— اس رود بناس پر مولانا کا خیر مقدم کرنا تھا۔ ذمہ دارانِ مدرسہ شہر کے ممتاز حضرات کے ساتھ ندی پر پہلے حاضر تھے۔ تقریباً گیارہ بجے مولانا وہاں پہنچے۔ ندی کے کنارے، پل پر ——— ——— نوغزے صاحب کے مزار سے متصل کھلے میدان میں، اُس تاریخی مقام پر مولانا کا خیر مقدم گل پوشی اور پُرمسرت ملاقاتوں سے ہوا۔ جہاں تاریخ کے اوراقِ پارینہ کے مطابق کبھی علاؤالدین خلجی اور اس کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا ہے تو کبھی اُس کے لشکر کے ساتھ، صاحب خزائن الفتوح حضرت امیر خسروؒ نے اپنی زمزمہ سازیاں کی ہیں۔ کبھی اکبر بادشاہ کی فوجوں کا یہاں سے گزر ہوا ہے تو کبھی جہانگیر یہاں سے گزرتے ہوئے اس مقام کو یاد کرتا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں عالمگیر کے لشکر نے بھی پڑاؤ کیا اور اُس پڑاؤ کی مدت میں پُل سے متصل کا یہ طویل اور اونچا پہاڑ شق ہو کر نصف نصف ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

ملاقات کے بعد [illegible] سب سے پہلے ندی کا وہ شیریں و ہاضم پانی طلب فرمایا جو ہمیشہ سے قیام ٹونک کے زمانہ میں مولانا کو مرغوب رہا ہے۔ ندی کے ٹھنڈے پانی کا اہتمام پہلے سے تھا بلکہ اس دو روزہ قیام کے لئے بھی مولانا کے لئے وہیں کے بناس ہی کے پانی کا انتظام کیا گیا تھا۔ سب نے سیراب ہوکر پانی پیا اور یہ پورا قافلہ شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ خراماں خراماں، شاد و فاد۔ مولانا بھی بڑے شاداں و فرحاں نظر آتے تھے۔ جوں جوں شہر کی بستی قریب آتی گئی اور مولانا کو اپنے استاد مرحوم کا قائم کردہ مدرسہ قریب آتا نظر آیا۔ مولانا کی شادمانی میں اسی قدر اضافہ ہوتا گیا چنانچہ گھنٹہ گھر ہوتے ہوئے کاروں و جیپوں کا یہ قافلہ پانچ بتی پہنچا۔

یہ وہ علمی تاریخی چوراہا ہے جہاں قدیم سے علمی دریا بہتے رہے ہیں اور اب بھی اس چوراہے کے ایک گوشے پر مولانا حکیم برکات احمد صاحب مرحوم ٹونکی کی قائم کردہ رباط اور مسجد ہے تو دوسرے گوشے پر ان ہی علامۃ الہند کی قدیم قیام گاہ اور ابتدائی درسگاہ جہاں سے بے شمار تشنگانِ علوم سیراب ہوتے ـــــ یہیں ایک گوشہ پر ٹونک کا وہ علمی اور تاریخی کتب خانہ ہے جو اب بھی سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری کے نام سے راجستھان کے علمی مرکز اور ٹونک میں بیسیوں مصنفین مولفین ریسرچ اسکالرس اور محققین کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔

اسی چوراہے کی ایک جانب، دار العلوم فرقانیہ کی وہ راہ ہے جس پر چل کر قریب ہی مدرسہ کی عمارت واقع ہے۔ چوراہے کی اسی مرکزیت کی بناء پر، مولانا کے خیر مقدم میں یہاں ایک دروازہ بھی قائم کیا گیا تھا اور اُسے اچھے انداز سے سجایا گیا تھا۔

دوسرا دروازہ عمارت مدرسہ سے باہر میدان میں قائم کیا گیا تھا۔ یہیں

www.abulhasanalinadwi.org

تمام معاونین و بہی خواہان مدرسہ نے مولانا کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ اس خیر مقدم کے موقع پر مدرسہ کی جانب سے شہر کے ممتاز حضرات کو پہلے سے دعوت[1] دی گئی تھی تاکہ خیر مقدم کے ساتھ، چائے کی نشست پر حاضرین کا ابتدائی مختصر تعارف بھی ہو جائے۔ مختصر نشست کے بعد مولانا سے استدعا کی گئی کہ کچھ دیر آرام فرمالیں۔ سفر کی وجہ سے تکان کا اثر معلوم ہو رہا تھا۔ صبح کے کھانے کا وقت بھی آرہا تھا اور نماز ظہر کے فوراً بعد تعلیمی جلسہ کی کارروائی شروع ہونے والی تھی۔ چنانچہ کچھ دیر مولانا نے اپنے قیام کے کمرے میں آرام فرمایا۔

عمارت مدرسہ میں اس موقع پر جس جس حصہ میں جو جو اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل بھی یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ یادگار رہے۔

دارالعلوم فرقانیہ ٹونک محلہ کالی پلٹن میں لب سڑک مسجد سعیدیہ سے متصل، اپنی ایک شاندار موقوفہ عمارت میں واقع ہے۔ مدرسہ کا صدر دروازہ مشرق رو ہے۔ دروازہ پر مدرسہ کا نام خوبصورت انداز میں لکھا ہوا ہے۔ مدرسہ کی پوری عمارت کی درستی، مرمت اور سفیدی اس موقع پر پوری طرح کرائی گئی تھی۔ صحن مدرسہ کو مختلف کیاریوں، گملوں اور بیل بوٹوں سے سجایا گیا تھا۔ صحن عمارت میں کیونکہ دھوپ کی تیزی کا خطرہ تھا۔ اس لئے پورے صحن کو عمدہ قسم کے شامیانوں اور قناتوں سے

---

[1] اس موقع پر جن حضرات کو مدعو کیا گیا تھا، اُن کے نام یہ ہیں:۔
جناب منظور عالم صاحب وکیل جناب حبیب الدین خانصاحب۔ مرزا رفیع اللہ بیگ صاحب صاحبزادہ شوکت علی خانصاحب سید قاضی الاسلام صاحب۔ سید منظور الحسن صاحب برکاتی جناب محبوب عالم صاحب وکیل۔ سید محمد علی صاحب وکیل۔ سید مظہر عالم صاحب وکیل۔ جناب حبیب الرحمان صاحب وکیل جناب الطاف صاحب۔ جناب عثمانی صاحب لکچرار اردو ڈگری کالج ٹونک۔

www.abulhasanalinadwi.org

[illegible] تھا۔ مدرسہ

کے تمام درجات، [illegible] اور روشنی کا بھرپور را

اہتمام تھا۔

مدرسہ میں داخل ہو کر بائیں جانب حفظ قرآن کے درجات ہیں۔ یہ حصہ تحتانی قسم کے دوہرے دالان پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں مولانا سے ملاقاتوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اسی حصے سے متصل جانب شرق ایک اچھا کمرہ ہے جس کے دروازے باہر سڑک کی جانب بھی کھلتے ہیں۔ یہ حصہ مہمان خانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی میں مولانا کے قیام کا خاص اہتمام کیا گیا۔ حسب ضرورت روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا بھی پورا اہتمام تھا۔ اسی کمرہ سے متصل وہ جدید کمرہ ہے جس میں مولانا کی تشریف آوری کے موقع پر جدید عربی درجات کے افتتاح کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کمرہ میں ان مہمانوں کا قیام کرایا گیا جو مولانا کے ساتھ لکھنؤ یا جے پور سے تشریف لائے تھے۔ بہرحال یہ تمام حصے مولانا کے قیام اور ملاقاتوں کے لئے نہایت آرام دہ ثابت ہوئے۔ صحن مدرسہ کے غربی دالانوں میں عام جلسہ کی نشست کا اہتمام تھا بیرونی دالان میں مولانا کی بہ حیثیت صدر نشست تھی۔ پچھلے دالان میں خصوصی مہمانوں اور مدعوین کی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اسی طرح صحن مدرسہ کے جنوبی دوہرے دالانوں میں شہر کے تمام مدارس و مکاتب کے طلباء کی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا جنہیں اس تعلیمی جلسہ میں حصہ لینے کی خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ صحن مدرسہ میں بھی مکمل طور پر شامیانوں کے زیر سایہ نشست کا اہتمام تھا۔ مسجد سے متصل طویل چبوترہ پر پودوں کے سایہ میں کرسیوں پر بھی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔

یہ تھا پورے جلسے کا منظر اور اہتمام جو اس موقع پر کیا گیا تھا۔ چونکہ اس تعلیمی جلسہ میں شرکت کرنے کے لئے جے پور، احمد آباد، رام گنج منڈی اور دوسرے

www.abulhasanalinadwi.org

مقامات سے بھی ہمدردان[1] مدرسہ نے شرکت فرمائی تھی۔ باہر سے آنے والے ان تمام صاحبان کے قیام کا انتظام۔ پانچ بتی سے قریب اُس نو تعمیر شدہ کھلی عمارت میں کیا گیا تھا جس میں اب سے پہلے یونانی دواخانہ سرکاری چلا کرتا تھا۔ یہ عمارت چونکہ جناب شمس الدین صاحب سابق ٹریژری آفیسر سے متعلق ہے اور موصوف ہمیشہ سے مدرسہ کے ہمدرد رہے ہیں اس لئے انھوں نے بخوشی اس عمارت کو مدرسہ کے لئے خالی کر دیا۔ اہل مدرسہ اس کے لئے مشکور ہیں۔ اس عمارت میں تمام مہمانوں کے لئے کھانا پکوانے اور کھلانے کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ بحمداللہ تمام مہمانوں نے نہایت سہولت کے ساتھ قیام کیا اور تمام ضروریات کے لئے یہ عمارت کافی رہی۔

یہ تمام تفصیلات بیان کرنے کے بعد اب آئندہ صفحات میں جلسہ کی کارروائی بیان کی جاتی ہے۔ مولانا کی تشریف آوری کے موقع پر یہ تعلیمی جلسہ اس غرض سے رکھا گیا تھا کہ شہر کے تمام مدارس و مکاتب کے مدرسین اور طلباء کو یکجا جمع کر کے، انھیں تعلیمی و تدریسی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے اور مولانا بھی اپنے خیالات کا اظہار براہِ راست اس علمی مجمع کے سامنے فرما سکیں۔ دوسری غرض یہ تھی کہ مدرسہ مولانا کی تشریف آوری سے فائدہ اُٹھا کر آئندہ ماہ شوال سے عربی کے جدید درجات کھولنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ تاکہ وہ کم عمر طلباء جو جدید طرز پر زبان عربی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کم عمری یا اسباب و وسائل حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ندوۃ العلماء یا اس جیسے کسی ادارے میں پہنچکر تعلیم حاصل نہ کر پاتے ہیں اُنھیں ابتدائی درجات کی تعلیم یہیں مدرسہ میں دی جائے۔ اس سلسلہ میں اگر دارالاقامۃ کھولنے کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ کے بھروسہ پر ضرور کھولا جائے

---

[1] جن حضرات نے زحمت فرما کر اس موقع پر شرکت فرمائی، مدرسہ اُن تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تاکہ قرب وجوار یا اجتماعی کی دوسری بستیوں کے طلبہ جو اس سلسلہ میں استفادہ کرنا چاہیں تو بہ آسانی یہاں قیام کر کے اپنی تعلیم حاصل کر سکیں۔

ان ہی اغراض کے پیش نظر تمام مدارس کے مدرسین اور طلبار کے ساتھ ساتھ ان مدارس کے تمام منتظم حضرات، سرکاری اسکولوں کے مسلم ٹیچرس اور شہر کے علمی حلقوں، غرض سب کو خصوصی دعوت دی گئی تھی تاکہ لوگ اس ضرورت کو سمجھیں اور اپنے اپنے مدارس میں جو طلبار اس لائن پر اپنی تعلیم کو جاری کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے اپنے مدارس سے تیار ہو کر عربی کے ان درجات سے فائدہ اٹھائیں اور عمر تعلیم کے مناسب مرحلہ پر پہنچ کر ندوہ وغیرہ میں داخل ہو سکیں۔ اور اب جبکہ مولانا خوش قسمتی سے اس موقع پر تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مولانا کے خیالات، ہدایات اور اس سلسلہ میں مولانا کے ارشاد فرمائے ہوئے مفید مشوروں سے مستفید ہو سکیں۔

الحمدللہ جلسہ نہایت کامیاب رہا جس کا اندازہ شریک ہونے والے حضرات کو پوری طرح سے ہے۔ امید ہے کہ آپ حضرات بھی اس تفصیلی رپورٹ کو دیکھ کر اور پڑھ کر خوش ہوں گے اور مولانا کی دی ہوئی نصیحتوں پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

کارروائی جلسہ تعلیمی

جلسہ کی کارروائی مدرسہ فرقانیہ کے صدر مدرس مولوی قاری محمد سعید صاحب نے چلائی۔ نماز ظہر سے فارغ ہو کر مولانا نے جونہی اپنے قیام کے کمرے سے تشریف لاکر، اس مسند علمی کو زینت بخشی، جلسہ کی کارروائی شروع کر دی گئی۔

اس جلسہ کی صدارت بھی چونکہ مولانا ہی فرمانے والے تھے۔ اس لئے جلسہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

کارروائی شروع کرتے ہوئے مولوی محمد سعید صاحب نے جلسہ کی صدارت کی تحریک ان الفاظ میں کی ۔ یہ تمام کارروائی اُس وقت ٹیپ ریکارڈ کرلی گئی تھی ۔ یہ کارروائی اُسی سے ضبط تحریر کرکے یہاں درج کی جارہی ہے ۔

مولوی محمد سعید صاحب نے فرمایا : ۔

میرے محترم، حضرت مولانا علی میاں، مدظلہ العالی دامت برکاتہ تشریف فرما ہیں ۔ آج کی صدارت کے لئے میں آپ ہی کا نام نامی و اسم گرامی پیش کرتا ہوں

———— حاضرین جلسہ نے کلی طور پر اِس تجویز سے اتفاق کیا اور ہر طرف سے جزاکم اللہ ———— جزاکم اللہ کی صدائیں بلند ہونا شروع ہوگئیں ۔

اس کے بعد مولوی محمد سعید صاحب نے فرمایا :

ابھی مختصراً، جیساکہ میں نے آپ کا نام پیش کردیا اسی کے مطابق اس جلسہ کا افتتاح تلاوت کلام پاک سے ہوگا اور جیساکہ میں نے عرض کیا تھاکہ ہمارے مہمان خصوصی اور آپ حضرات جو مدرسہ سے تعلق رکھتے ہیں، سبھی کے لئے طلبار کا انتخاب تلاوت پاک کے لئے اس طور پر کیا گیا ہے کہ مدرسہ کے تعلیمی مدارج نظر آئیں ۔ مبادی انداز کے ۔ متوسط انداز کے اور عالی انداز کے طلبار ۔ سب ہی سامنے آجائیں لیکن چونکہ وقت کم ہے اس لئے کچھ طلبار مختصر مختصر طور پر تلاوت، کلام پاک کریں گے ۔ امید ہے کہ آپ حضرات توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں گے ۔

پہلے جو بچہ تلاوت کرے گا اُس کا نام عبدالصبور ہے ۔ یہ اِسی مدرسہ فرقانیہ کا طالب علم ہے ۔ آپ حضرات تلاوت سُنئے

عبدالصبور ! وہ حاضر ہوتا ہے اور تعوذ و تسمیہ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کرتا ہے :۔

www.abulhasanalinadwi.org

... أَصْحَابُ الْجَنَّةِ

هُمُ الْفَائِزُوْنَ .... اِلیٰ ...... هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

بچہ نے ماشاء اللہ بہت اچھے انداز سے پڑھا۔ اس لئے تلاوت ختم ہوتے ہی ہر طرف سے حاضرین کی جانب سے ماشاء اللہ اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔

وقت کی کمی کی وجہ سے حاضرین کا اصرار ہوا کہ بچوں کے سلسلہ کو مختصر کر دیا جائے، اس لئے طلبہ کے سلسلے کو روک کر صرف، جناب قاری غلام محمد صاحب ٹونکی سے تلاوت کرائی گئی جو اس مدرسہ کے ماشاء اللہ ابناء قدیم میں سے ہیں اور اب بحمد اللہ شہر ٹونک میں اُن کا مقام بہت اچھے اساتذہ میں ہے۔

قاری صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ..... الی ـ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

حاضرین جلسہ کی جانب سے سبحان اللہ، ماشاء اللہ، جزاک اللہ وغیرہ کی صدائیں برابر سنی جاتی رہیں اور آپ کی تلاوت کو بہت پسند کیا گیا۔

جلسہ کے پروگرام میں تنوع اور دلچسپی پیدا کرنے کے لئے درمیان میں کچھ پروگرام نظم کا بھی رکھا گیا تھا لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے اس پروگرام کو بھی مختصر کرنا پڑا۔ تلاوت کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد مدرسہ کی جانب سے مولانا کی خدمت میں ایک "ترانۂ خیر مقدم" پیش کیا گیا۔ یہ ترانہ حضرت بسمل سعیدی ٹونکی مرحوم[1] نے

---

[1] افسوس آج موصوف کو مرحوم لکھا جا رہا ہے اور اُس وقت حضرت بسمل اپنے وطن ٹونک ہی میں تشریف فرما تھے اور مولانا کی اس آمد کے موقع پر بڑے شاداں وفرحاں (باقی ص ۲۲ پر)

www.abulhasanalinadwi.org

بڑی ہی مسرت، شادمانی اور دلچسپی سے اُس وقت مدرسہ کی جانب سے تحریر فرمایا تھا

یہ ترانہ مدرسہ کے ایک قدیم طالب علم قاری محمد طاہر سے پڑھوایا گیا۔ یہ بچہ چونکہ ابتدائی عمر میں بڑا خوش گلو اور خوش آواز تھا۔ اس لئے اُس نے یہ ترانہ بڑے اچھے انداز میں پڑھا۔

قاری محمد طاہر کو آواز دی گئی اور اُس نے یہ "ترانۂ خیر مقدم" اس طرح پڑھنا شروع کیا:۔

ترانۂ خیر مقدم

بورودِ مسعود محترم جناب مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں صاحب حسنی

مرحبا اھلاً وسھلاً مرحبا خوش آمدید

اے خوشا مردِ خدا و باخدا خوش آمدید

(بقیہ صفحہ ۲۳) نظر آتے تھے۔ مدرسہ کے ہر ایک پروگرام میں اول سے آخر تک بڑی دلچسپی کے ساتھ شریک رہے ـــــ مولانا علی میاں بھی آپ سے اور آپ کے خاندان کے دوسرے افراد سے بڑی دلچسپی اور نیازمندی سے ملے۔ صرف اس وجہ سے کہ حضرت بسمل کا خاندان مولانا سید حیدر علی صاحب ٹونکی اور سید محمد علی صاحب خلیفہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے ـــــ اسی وجہ سے یہ ترانۂ خیر مقدم سُن کر مولانا بڑے محظوظ ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آج تجھ پر سایہ افگن ہے وہ اک ابرِ بہار
علم و دیں کے سدرہ و طوبیٰ ہوں تیرے شاخسار
دے رہی ہے خیر مقدم کی صدا تجھ کو نوید
مرحبا اَھلاً وسَھلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و با خدا خوش آمدید

مولوی ابوالحسن نامِ گرامی، باعلی
محرمِ سرِّ خفیِ شرع و آیاتِ جلی
وہ علومِ عقلی و نقلی کے والی و ولی
لائے ہیں تشریف، سُن کر التماسِ شوقِ دید
مرحبا اَھلاً وسَھلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و با خدا خوش آمدید

مقتدیِ دینِ برحق، مقتدائے اہلِ دین
طاعتِ اسلام آموز و مُطاعِ مسلمین
خادمِ خیرُ الوریٰ اور رحمۃٌ لِّلعالمین
ضامنِ درکِ حدیث و فہمِ قرآنِ مجید
مرحبا اَھلاً وسَھلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و با خدا خوش آمدید

آپ کے فیضِ کرم سے ہو اضافہ کا سبب
اُس زباں کا ایک شعبہ جس میں ہے قرآنِ رب
طالبانِ مدرسہ کو جس سے حاصل ہو ادب
یہ کرم ہوگا تو ہوگا موجبِ شکرِ مزید
مرحبا اَھلاً وسَھلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و با خدا خوش آمدید

www.abulhasanalinadwi.org

جس زمینِ ٹونک کو حاصل ہوا فیضِ قدوم
اُس زمینِ ٹونک پر بھی تھے، کبھی فخرِ عُلوم
سرنگوں تھے جن کے آگے آسمانوں کے نجوم
تھی صراطِ مستقیم اُن کے لئے حبل الورید
مرحبا اَھْلاً وسَھْلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و با خدا خوش آمدید

آج تک ہیں مہر و مہ، ذرّات اُن کی قبر کے
ہیں مُطوّف آج تک دن رات اُن کی قبر کے
سنگِ سرافراز ہیں رایات اُن کی قبر کے
یہ اُنہی کی ہے صدا، اے صاحبِ ذوقِ شنید
مرحبا اَھْلاً وسَھْلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و با خدا خوش آمدید

حاملِ مہر و مروّت، وارثِ خُلقِ عظیم
پیکرِ اسلام و احسان و سراپائے کریم
خادمانِ علم و دیں ہیں شاکرِ لُطفِ عمیم
ہو قبول اظہارِ شکر و التجائے باز دید
مرحبا اَھْلاً وسَھْلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و با خدا خوش آمدید

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے بعد پروگرام کو [illegible] دل ایوبی سے استدعا کی گئی کہ آپ نے اس موقع پر [illegible] ہے اُس سے حاضرین کو محظوظ فرمائیں۔

دل صاحب نے مندرجہ ذیل نظم اپنے خاص ترنم کے انداز میں اس طرح پڑھی :-

دلِ ایوبی

اے تعالی اللہ فروغِ نسبتِ حیدر حسن ۔۔۔ روشن و تابندہ ہیں اب تک روایاتِ کہن
آج بھی شاداب ہے یہ گلستانِ علم و فن ۔۔۔ رحمتیں ہر آن رہتی ہیں یہاں سایہ فگن

مرکزِ تعلیمِ قرآن ہے ابھی فرقانیہ
درس گاہِ علم و عرفاں ہے ابھی فرقانیہ

علم کے پیاسوں کی بجھتی ہے ابھی تک تشنگی ۔۔۔ نور ملتا ہے نگاہوں کو دلوں کو روشنی
طالبانِ آگہی لیتے ہیں درسِ آگہی ۔۔۔ نورِ ایماں سے چمک اٹھتی ہے گویا زندگی

الغرض اِس مدرسہ کی ایک اپنی شان ہے
اوّل و آخر یہاں قرآن ہی قرآن ہے

فارغینِ مدرسہ ہندوستاں میں کم نہیں ۔۔۔ جلوہ ہائے رنگ جیسے کہکشاں میں کم نہیں
جیسے تارے، جو فضائے آسماں میں کم نہیں ۔۔۔ جیسے نیکوکار، جو اَب بھی جہاں میں کم نہیں

آج ہم سب کے جو مہمانِ گرامی قدر ہیں
کون ہیں اِس آسمانِ علم کے ایک بدر ہیں

وارثِ علمِ الٰہی، کون ہے ہم میں علی ۔۔۔ جن کا سرمایہ فروغِ اسوۂ پاکِ نبیؐ
جن کی دولت فقر، جن کی شان شوکت عاجزی ۔۔۔ سربسر اسلام ہی اسلام جن کی زندگی

خدمتِ انسانیت ہے جن کا مقصودِ حیات
ایک کنبہ ہے نظر میں جن کی ساری کائنات

www.abulhasanalinadwi.org

اے مرے ممدوحِ والا مرحبا خوش آمدید　　دل کی ہر دھڑکن سے آتی ہے صدا خوش آمدید
بن گیا ہے ہر نظر کا مدّعا خوش آمدید　　کہہ رہا ہے ذرّہ ذرّہ ٹونک کا خوش آمدید
اللہ اللہ کس قدر شاداں ہیں مشتاقانِ دید
عید سے بھی کچھ سوا ہو جیسے یہ روزِ سعید

کیجئے دل سے دعا اِس مدرسہ کے واسطے　　تا ابد یہ گلستانِ علمِ دیں پھولے پھلے
آفتابِ علمِ قرآنی ضیا دیتا رہے　　بن کے نکلیں لوگ یاں سے دعوتِ حق کیلئے

آپ کی آمد ہو پیغامِ نشاۃِ ثانیہ
کاش دن دونی ترقی کر سکے فرقانیہ

www.abulhasanalinadwi.org

چ[illegible] بزمی ٹونکی کی۔ نمازِ عصر کا وقت بھی قریب آرہا تھا۔ اور مدرسہ کی رپورٹ بھی پیش کرکے خود مولانا علی میاں صاحب کے ارشادات گرامی سے مستفیض ہونا تھا اس لئے حاضرین سے معذرت کرتے ہوئے نظم کے اِس پروگرام کو مزید مختصر کرنا پڑا۔ اِس موقع پر ابن حسین جناب بزمی ٹونکی، جناب عمر سیفی، حضرتِ بصر ٹونکی نے بھی اہلِ مدرسہ کی استدعاء پر جو کچھ تحریر فرمایا تھا اہلِ مدرسہ کی جانب سے ان تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے، وہ تمام نظمیں اور قطعات یہاں درج کئے جارہے ہیں:۔

مدرسہ فرقانیہ

از جناب بزمی ٹونکی

کفر کی الحاد کی تاریکیوں کا دور ہے
شرک کی لادینیت کی آندھیوں کا دور ہے

ہے فسوں کاری بہ ہر سو جبر و استبداد کی
جیسے دنیا ہو کسی فرعون یا شداد کی

حسنِ شمعِ مغربی کا آدمی پروانہ ہے
دینِ حق کی روشنی سے زندگی بیگانہ ہے

ہر طرف نغماتِ باطل کا بھیانک شور ہے
آندھیوں کا زور ہے تاریکیوں کا دور ہے

ظلمتِ باطل ہیں دینے کو مگر حق کا سُراغ
آندھیوں میں جل رہا ہے ایک تاصی کا چراغ

ہے یہ مکتب مولوی حیدر حسن کی یادگار
ذاتِ اقدس جن کی تھی علم و عمل کا شاہکار

مولوی محمود صاحب نے اسے بخشا قرار
عالمانِ باعمل میں جن کا ہوتا ہے شمار

استقامت اس کو بخشی مولوی عرفان نے
پائی صحت طالبانِ علم کے وجدان نے

www.abulhasanalinadwi.org

اک سراپا زندگی اک پیکرِ سعیِ شدید
آج کل ہیں مدرسہ کے صدر مولانا سعید

روشنی ہے مولوی عمران کی خدمات سے
مدرسہ کا نظم قائم ہے انہیں کی ذات سے

دے بقا اِس مدرسے کو خالقِ عزّ و جل
ہیں محمد احمد اس کے واسطے گرمِ عمل

کرکے اِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنَ اللّٰہِ پر یقین
روز و شب آتے ہیں اس میں طالبانِ علمِ دین

ہے قرأت کا سبق حسنِ تلاوت کیلئے
شعبۂ تجوید ہے لفظوں کی صحت کیلئے

درسِ قرآنِ مبارک کی بھی نعمت ہے یہاں
حفظِ قرآن میں کی بھی سعادت ہے یہاں

اے خدا بہرِ فروغِ قوتِ ایمانیہ
دائم و قائم رہے یہ مدرسہ فرقانیہ

قوم کی خدمت میں بزمی کا یہی پیغام ہے
ان چراغوں کو جلا رکھنا ہمارا کام ہے

ابن حسن ب ز م ی
۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء

www.abulhasanalinadwi.org

دارالعلوم ندوۃ العلماء فرقانیہ

"اس کے مدرس"

انتخاب!

از: عمر سیفی

یہ درسگاہ، یہ طغرے، یہ دفتروں کی قطار
اک انجمن ہے مگر کتنی سادہ و پُرکار

نہ شور ہے نہ کہیں برہمی نہ گرد و غبار
مقامِ غور و توجہ ہے یا اُولی الابصار

یہ ضبط و نظم و سلیقہ یہ فرض کا احساس
دل و نگاہ بھی روشن، ضمیر بھی بیدار

روش روش سے نمایاں فراستِ مومن
قدم قدم پہ ہے دینی شعور کا اظہار

طلوعِ صبح کا منظر نہ پوچھیے کیا ہے
غروبِ شام بھی ہے اس جگہ سحر آثار

ہوا کے دوش پہ جاتے ہوئے پیامِ عمل
فضا میں گونج رہی ہے خدا کے دیں کی پکار

مجاہدوں کے سے انداز، غازیوں کی سی چال
یہی تو حق و صداقت کے ہیں علم بردار

وہ دشمنوں کی ہو شورش کہ دوستوں کے ستم
ہر ایک حال میں اپنے خدا کے شکر گزار

خلوص جن کی ہے طینت وفا ہے جن کی سرشت
زفرق تا بقدم سوز و الفت و ایثار

لئے ہوئے ہیں مہ و کہکشاں جبینوں میں
یہ آفتاب چھپائے ہوئے ہیں سینوں میں

ماہ القادری

بسم اللہ

قطعۂ تاریخ

بسلسلۂ تشریف آوری مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

خوشا ورودِ سیادت مآب مہرِ ملک = ۱۹۷۶ء
ابوالحسن علی، بابِ علوم، فخرِ زمن = ۱۳۹۶ھ
عمیدِ مدرسہ، شیخ الحدیثِ ندوہ ہے = ۱۹۷۶ء
قسم خدا کی ہیں حیدر حسن بنائے چمن = ۱۳۹۶ھ
ہمیشہ مدرسہ فرقانیہ رہے زندہ = ۱۳۹۶ھ
حیات بخش ہے یہ علمِ دین کا گلشن = ۱۹۷۶ء

بصرؔ - ۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء
ٹونک

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا علی میاں کی تشریف آوری کے سلسلے میں جناب بسمل سعیدی مرحوم نے مدرسہ کی جانب سے ایک رباعی بھی کہی تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ یہ رباعی کپڑے پر لکھوا کر جلسہ کی نشست گاہ پر لگا دی جائے۔ یہ رباعی بسمل صاحب نے اُس وقت مولانا کو سُنائی جبکہ مولانا علی میاں، حکیم یحییٰ میاں صاحب سے ملاقات کرنے اُن کے آبائی مکان پر تشریف لے گئے تھے۔

بسمل صاحب نے یہ رباعی اپنے جس نوٹ[1] کے ساتھ مدرسہ کو عطا فرمائی وہ بطورِ یادگار رپورٹ میں شائع کی جا رہی ہے:-

رباعی

بہ تشریف آوری محترم جناب مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب حسنی

بمدرسہ فرقانیہ ٹونک

سرِ دفترِ ارشاد و ہدایت، یعنی
علّامۂ امروز، علی الحسنی
ممتاز بہ علم و ادب و نشرِ فیوض
ہمتائے غزالی و مثیلِ رازی

۷۶ - ۱۰ - ۱۸ ——————— بسمل سعیدی۔ ٹونک

محترم مولانا! یہ ایک رباعی ہے۔ اگر پسند آئے اور مناسب ہو تو کپڑے پر خوشخط لکھوا کر جلسے کی نشست گاہ پر لگائی جا سکتی ہے۔ ضروری نہیں کہ میرا نام لکھوایئے تاکہ مدرسہ کی جانب سے سمجھی جا سکے۔ مجھے اپنے نام و نمود سے اصلاً سروکار نہیں، محض آپ کی خوشنودیِ خاطر ملحوظ ہے۔ نیاز مند، بسمل سعیدی
۷۶ — ۱۰ — ۱۵

[1] یہ نوٹ خادمِ مدرسہ حکیم محمد عمران خاں کے نام لکھ کر بھیجا گیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

نظم کا پروگرام ختم ہونے کے بعد مولوی محمد سعید صاحب، صدر مدرس، مدرسہ کی وہ رپورٹ پیش کرنے والے تھے جو کوشش کر کے خاص طور پر اس موقع کے لئے ترتیب دی گئی تھی۔ جس میں مدرسہ کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس نومولود اور مرحوم بستی "ٹونک" کی کچھ علمی تاریخ بھی بیان کرنے کی کوشش کی گئی تھی جس کا سکۂ علم، اس کی اس قدر کم عمری اور جلد مرحوم ہوجانے کے باوجود، علمی دنیا میں اب تک جاری و ساری ہے ——— یہ سب کچھ اُن حضرات کے خلوص اور برکتوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے اِس باغیچۂ علم و فن کو لگایا، سجایا، سیراب کیا اور اب کچھ نہ ہونے کے باوجود، اس کے آثارِ پارینہ، اب بھی کسی نہ کسی شکل میں کہیں کہیں نمایاں و تاباں نظر آجاتے ہیں۔

مدرسہ کی رپورٹ شروع کرنے سے پہلے مولوی محمد سعید صاحب نے اپنی ایک رباعی پیش کی:-

رباعی

اے رئیسِ کشورِ علمِ نبیؐ عزّت مآب
اے ہمارے محترم مہمان، اے فصل الخطاب
باوجودِ کثرتِ اشغال تشریف آوری
عین شفقت اور محبّت ماورائے رہبری

پھر آپ نے فرمایا:-

ابھی کل جے پور میں مولانا کا بیان تھا۔ باوجودیکہ اُس وقت آپ بُنیاد افگنی کے سلسلہ میں تشریف لائے، مگر ٹونک کا تعلق مولانا کو بار بار یاد آرہا تھا اور آپ کی تقریر کے اکثر اجزاء ٹونک سے متعلّق تھے۔ اس پر ہم دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اب میں مدرسہ کی رپورٹ پیش کر رہا ہوں۔

مولانا کی خدمت میں:-

www.abulhasanalinadwi.org

رپورٹ مدرسہ

مرحبا اہلاً وسہلاً مرحبا خوش آمدید
اے خوشا مردِ خدا و باخدا خوش آمدید

جناب صدر، مہمانانِ گرامی قدر، ہموطنان ذی نظر و باخبر آج بڑی مسرت کا مقام ہے کہ عرصہ دراز کے بعد ہم اپنے وطن اور اپنے اس غریب مدرسہ میں ایسی ذاتِ گرامی کا خیر مقدم کر رہے ہیں جو اس بستی، اس شہر اور اس مدرسہ کے لئے کوئی غیر نہیں ہے۔ بلکہ مولانا علی میاں صاحب اپنے استاذ محترم حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ نہ معلوم کتنی بار اس عمارت اور اسی مدرسہ میں اپنے قدوم میمنت لزوم سے تشریف فرما ہو چکے ہیں۔ آج ہم لوگ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس وقت ماشاء اللہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدارس کے اس علمی اور تاریخی اجتماع کی صدارت قبول فرما کر نہ معلوم مولانا محترم کن کن جذبات اور کیسے کیسے احساسات کا ہجوم اپنے میں محسوس فرما رہے ہوں گے جو سابق کی تمام یادیں تازہ کر کے ہر انسان کو بے قابو کر دیا کرتا ہے۔

بانیٔ مدرسہ مولانا حیدر حسن خاں صاحب مرحوم شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا جس خلوص، ایثار اور جذبہ کے ساتھ اپنے مخلص ہمراہیوں کی معیت میں نیک نیتی سے اس مدرسہ کا قائم کرنا، اپنی پوری زندگی اس میں لگا دینا ہر سال چھٹیوں میں لکھنؤ سے ٹونک تشریف لا کر اسے سنبھالنا اور ترقی دینا تقریباً ہر سال لکھنؤ سے اپنے عزیز شاگردوں کو ساتھ لانا اور اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگی وشفقت اور خلوص و محبت کے ساتھ اپنے اس نوخیز سرسبز پودے کو بار بار دکھانا اور اُس کے لئے تن من ہی نہیں، دامن کی بھی ضرورت پیش آئی ہے تو اس کے پھیلانے میں بھی کبھی عار نہ کرنا، یہ سب وہ تاریخی اور عملی شواہد ہیں جس کے جاننے والے ابھی کثرت سے ٹونک میں زندہ اور موجود ہیں اور خود ہمارے مہمان خصوصی مولانا علی میاں صاحب کے ذہن میں یہ تمام واقعات بالکل تازہ ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

آج جبکہ خوش قسمتی سے مولانا علی میاں صاحب راجستھان میں تشریف لائے ہیں اور بحمداللہ اس وقت بزرگوں کی اس محبوب دیرینہ بستی ٹونک میں تشریف فرما ہیں، مدرسہ کی کچھ تاریخ بیان کرنے سے پہلے اس مرحوم علمی بستی کی مختصراً علمی و عملی تاریخ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو اب تک اس شہر کے لئے مابہ الامتیاز اور قابل فخر رہی ہے۔

یہ ٹونک جسے آپ اس وقت اس قدر آباد اور محلہ در محلہ پھیلا ہوا دیکھ رہے ہیں ریاست کے قیام سے پہلے یہ صرف ایک پرانی آبادی پر مشتمل تھا جو آج بھی ٹونک کہنہ کے نام سے، پختہ فصیل کی چہار دیواری میں محفوظ ہے جب بانی ریاست ٹونک نواب امیر خاں مرحوم راجپوتانہ اور وسط ہند میں اپنی جنگی سرگرمیوں میں مصروف کار ہوتے تو سب سے پہلے ۱۸۰۶ء میں انہیں اس بستی سے واسطہ پڑا اور آہستہ آہستہ اُن کا اور اُن کے لشکر کا پڑاؤ یہاں ہونے لگا چنانچہ ٹونک میں اسی لشکر کے پڑاؤ کے سلسلہ میں محلہ بہیر اور بھی محلہ چھاونی آباد ہوئے، اسی لشکری دور کی تعمیر شدہ جامع مسجد بہیر، نواب امیر کا بھنڈار خانہ اور اُن کی نشست گاہ کا وہ چبوترہ آج تک محفوظ اور ان یادوں کو تازہ کرنے کے لئے باقی ہے ریاست ٹونک کا باضابطہ قیام اگرچہ ۱۸۱۷ء میں ہوا ہے لیکن اس درمیانی

www.abulhasanalinadwi.org

مدت میں نواب ... لشکر [illegible] رہا لیکن یہ مرکزی مقام جو آئندہ کے لئے اپنا ایک نام پیدا کرنے والا تھا بدستور مرکز بنا رہا۔ اللہ اللہ یہ وہ دور تھا جبکہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی ہدایت اور مشورہ کے مطابق نواب میر خاں کے لشکر میں ایک سپاہی کی حیثیت سے متعلق تھے لیکن ساتھ ساتھ رشد و ہدایت اور اصلاح کار میں برابر مصروف اور اپنی خصوصیت اور عقیدت کا سکہ، امیر لشکر اور لشکر والوں پر آہستہ آہستہ جارہے تھے۔ خود نواب امیر خاں کو بھی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اور ان کے اکابرین سے عقیدت تھی اور یہ حضرات بھی اس ابھرنے والی طاقت کے بانی و مبانی نواب میر خاں کو مفید مشورے دیتے اور دوسرے لوگوں کے لئے زیادہ مفید بنانا چاہتے تھے

سید صاحب اور شاہ صاحب سے یہ عقیدت اور یہ تعلق ایسا کارگر ثابت ہوا کہ قیام ریاست کے بعد ہی ہر چہار سمت سے علمی خانوادے اور مختلف فنون کے ماہر جوق در جوق اس نوآباد بستی میں آ آکر آباد ہونا شروع ہو گئے۔ پھر یہی بستی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکات کا مرکز بنی اور سید صاحب کی شہادت کے بعد اُن کے تمام متعلقین اُن کے اکثر خلفا اور ہمراہیوں کی آبادی کا مرکز بننا بھی اسی خوش قسمت بستی کے مقدر میں تھا۔ بس پھر کیا تھا ٹونک کی پوری بستی ایک ہی رنگ میں رنگ گئی۔ ادھر علم و فضل کا یہ ماحول، ادھر للّٰہیت و عقیدت و فنائیت کا یہ ذوق و شوق۔ نواب وزیر الدولہ بھی چونکہ اسی ماحول کے پروردہ اور اسی کردار کے حامل تھے بڑے ذوق و شوق سے علماء صلحاء اور اہل فن کی قدر دانی فرماتے رہے جس کی وجہ سے یہ بستی بہت قلیل مدت میں علم و فن کا نہ صرف مرکز بنی بلکہ اس قلیل مدت میں، تصنیفات و تالیفات کے وہ سوتے اس بستی سے بہتے نظر آنے لگے جس کی مثال علمی دنیا میں بہت کم نظر آتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ٹونک کی تاریخ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن اس قلیل مدت میں اس چھوٹی بستی نے درس و تدریس کے میدان میں جو جو علمی و عملی ترقی کی ہے اس کا جائزہ لیا جائے تو بالاختصار اس طرح پر ہے کہ ریاست کے باضابطہ قائم ہونے اور متعدد علمی خانوادوں کے ٹونک منتقل ہوجانے کے بعد مولانا خلیل الرحمٰن افغانی اور مولانا محمد صاحب سواتی کی مسند درس مستقل مدرسہ کی شکل میں ٹونک میں قائم تھی۔ اسی طرح مولوی کلیم اللہ صاحب مولوی سعید احمد صاحب اور مولوی سید نور صاحب وغیرہ اپنے اپنے علاقہ میں درس دیا کرتے تھے۔ نواب وزیرالدولہ کے عہد میں ان بساطہائے درس و تدریس میں کافی اضافہ ہوگیا۔ مولانا حیدر علی صاحب رامپور سے ٹونک منتقل ہوکر درس کا سلسلہ فرما چکے تھے۔ شمس العلماء مولوی امام الدین کشمیری اپنے مقام پر تشنگانِ علم کو سیراب کر رہے تھے۔ مولانا نجف علی صاحب تصنیف و تالیف میں مشغول تھے تو مولانا سراج الرحمٰن صاحب مسجد قافلہ میں درس دیا کرتے تھے۔ اسی طرح بعد کے ادوار میں مولوی محمد حسین خاں صاحب جلال آبادی محلہ چھاؤنی میں، مولوی محمد حسن خانصاحب محلہ بہیریں، مولوی نورالحق صاحب خستہ اپنی قیام گاہ محلہ غول میں، مولوی بہادر علی دہلوی، مولوی عبدالحق صاحب ٹونکی، مولوی عبدالغفور صاحب بنگالی، حکیم دائم علی خاں صاحب، مولوی جان محمد صاحب پنجابی، یہ وہ اساتذۂ فن ہیں جو اپنے اپنے مقام پر درس دے کر گویا ایک ایک مستقل درسگاہ کی خدمت انجام دیا کرتے تھے

یہ دور مدارس کا دور نہیں تھا لیکن بیسویں صدی کا آغاز گویا ٹونک میں مدارس کے قیام کا بھی آغاز ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حکیم برکات احمد صاحبؒ خیرآباد میں مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی سے فارغ ہوکر ٹونک تشریف لائے اور جنھوں نے اپنی تشریف آوری کے بعد دارالعلوم خلیلیہ کی سرپرستی فرمائی

www.abulhasanalinadwi.org

وہ حکیم برکات [illegible] کی ذات کی بدولت ٹونک کی گلیوں میں صرف ہند ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کے طالبانِ علم کے قلوب کو ٹونک کی طرف متوجہ کیا جن کی ذات گرامی نے افغانستان ہرات، بلخ، تاشقند اور نہ معلوم کس کس مقام کے طالبان علم کو ٹونک کی گلیوں میں چلنا پھرنا دکھا دیا ——————— یہی وہ زمانہ ہے جبکہ مولانا حیدر حسن خاں صاحب لاہور میں، مولانا غلام احمد صاحب نعمانی سے اور مولوی سیف الرحمٰن صاحب کابلی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے سندِ فراغت حاصل کر واپس ٹونک تشریف لائے تھے اور اس زمانہ کے دستور کے مطابق اپنی اپنی قیام گاہ پر درس دینا شروع بھی کر دیا تھا لیکن باقاعدہ مدارس قائم کرنے کا خیال بھی برابر ترقی پذیر تھا اور جس کے نتیجہ میں دار العلوم خلیلیہ اور مدرسہ ناصریہ کا وجود عمل میں آیا اور اس وقت سے اب تک ان مراکز علم میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔

ہر عروجے را زوالے! قدیم مقولہ ہے۔ ٹونک مرکزی علم و فن ہونے کے باوجود کچھ مدت بعد یہاں بھی کمی اور خامی نظر آنے لگی۔ یہ وہ دور تھا جبکہ مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ ناصریہ سے منتقل ہوکر ترک سکونت کر چکے تھے اور مولانا حیدر حسن خانصاحب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ پہنچکر شیخ الحدیث ہونے کی خدمات قبول فرما چکے تھے۔

مولانا جب ٹونک سے لکھنؤ پہنچے اور وہاں مولانا عین القضاۃ صاحب کا مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ دیکھا اور اس میں تجوید و قرأت کی وہ سرگرمیاں ملاحظہ فرمائیں جس کی وجہ سے وہ اس وقت ان فنون کا مرکز بنا ہوا تھا تو اس وقت مولانا بہت متاثر ہوئے اور اسی وقت اُن کے دل میں شدت سے احساس پیدا ہوا کہ اگر اپنے وطن میں فنِ تجوید و قرأت اور حفظِ قرآن کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو معلوم نہیں اہل وطن کہاں پہنچیں۔ دو چار سال ٹونک اور لکھنؤ کی آمد و رفت نے اس خیال کو مزید پختہ بنا دیا۔ بالآخر اپریل ۱۹۲۵ء میں جب مولانا بزمانہ تعطیلات لکھنؤ سے ٹونک تشریف لائے تو اس عزم کے ساتھ کہ اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

وطن میں اہلِ وطن کے لئے اس معیار کا ایک مدرسہ کھول دینا ہی ہے۔ مولانا کو اپنے اس خیال کی تقویت اپنے برادر بزرگ مولانا محمود حسن خاں صاحب معجم المصنفین، سید عزیز الدین صاحب بغدادی، مولانا قاضی محمد عرفان خاں صاحب ناظم عدالت شریعت اور ان جیسے چند دوسرے مخلص حضرات کی ہمنوائی سے برابر مل رہی تھی۔ اسباب فراہم نہیں تھے۔ مدرسہ کے لئے مناسب جگہ کا انتظام نہ تھا۔ لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود ان حضرات نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے ڈھنگ کا ایک مدرسہ قائم کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور مولوی محمد صاحب مرحوم جو مولانا کے نانا اور قاضی عرفان صاحب کے جد امجد تھے اُن کی اُس مختصر مسجد میں جو آج بھی ان خانوادوں کے مکانات کے متصل بحمد اللہ آباد ہے۔ اسی مسجد میں ۱۱ جولائی ۱۹۲۵ء کو اس مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ حافظ مشتاق احمد صاحب اس مدرسہ کے پہلے مدرس مقرر ہوئے۔ ان ہی مخلص حضرات پر مشتمل ایک مجلس منتظمہ بنی جس کے سکریٹری سید حامد علی نقوی منتخب ہوئے۔ مدرسہ کو قائم ہوئے ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ ان حضرات کے خلوص وللّٰہیت کو دیکھ کر اہل خیر حضرات نے دل کھول کر حصہ لینا شروع کر دیا۔ ملکہ فردوس زمانی بیگم صاحبہ نے سرائے واقع گلی لوہاران متصل مسجد رحمو میں مدرسہ قائم کر لینے کی اجازت دیدی اور مدرسہ وہاں منتقل ہو گیا۔ ساتھ ہی ساتھ درجہ تجوید بھی اللہ کے بھروسہ پر کھول دیا گیا اور ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء کو قاری مولا بخش صاحب کا تقرر عمل میں آیا جو فن تجوید کے اساتذہ میں سے تھے۔ قاری حبیب اللہ صاحب جو بعد میں عرصہ دراز تک اس مدرسہ میں مدرسِ تجوید رہے اور اب کراچی پاکستان میں تجوید و قرأت کا ایک بہترین مدرسہ چلا رہے ہیں۔ وہ اسی سال اور اسی وقت کے سب سے پہلے طالب علم ہیں جنہیں اس مدرسہ کی جانب سے ماہانہ وظیفہ دیا گیا۔ آہستہ آہستہ طلباء کی تعداد میں اس قدر اضافہ ہوا کہ ۱۹۲۷ء کے اوائل میں مدرسہ میں درجات حفظ کے لئے چار حفاظ کا تقرر عمل میں آیا۔ قاری مولا بخش صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

جنھوں نے [illegible] کی محنت کی تھی تین سال بعد مدرسہ سے غیر متعلق ہو گئے تو بانی مدرسہ نے [illegible] وخوض کے بعد مدرسہ کے لئے اچھے مجودین کا انتخاب فرمایا اور ۲۰ اپریل ۱۹۲۸ء کو قاری محمد ساجد صاحب کا تقرر عمل میں آیا اور اسی سال جون ۱۹۲۸ء میں مولانا ہندوستان کے مشہور و معروف قاری، قاری عبدالمالک صاحب کی خدمات مدرسہ کے لئے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور مدرسہ کا پورا تعلیمی نظم اُن کے سپرد ہو گیا۔ ان حضرات کے ٹونک تشریف لانے کے بعد مدرسہ کو چار چاند لگ گئے۔ اس وقت مدرسہ میں صرف درجات قرأت میں تقریباً ساٹھ طالب علم تھے۔ اسی مناسبت سے حفظ کے درجات میں طلبا کا بے پناہ اضافہ ہوتا رہا اور مدرسہ دو چار سال کی مدت میں حفظِ قرآن اور تجوید و قرأت کا مرکز بن گیا۔ اُستاذ الاساتذہ قاری عبدالمالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف دو سال مدرسہ کی ذمہ داری سنبھال سکے۔ ۳۰ اگست ۱۹۳۰ء سے قبل انھیں لکھنؤ جانا پڑ گیا۔ لیکن اس دو سال کی قلیل مدت میں ایسے پودوں کی بنیاد پڑ چکی تھی جو آئندہ سب تناور درخت بننے والے تھے۔ قاری عبدالمالک صاحب واپس تشریف لے جانے لگے تو بانی مدرسہ کی پیش بینی اس موقع پر بھی کارگر ثابت ہوئی اور آپ نے مدرسہ کے چار طالبعلم قاری حبیب اللہ صاحب، قاری اسعد حسن صاحب، قاری صبغۃ اللہ صاحب اور منشی فیض محمد صاحب کو قاری عبدالمالک صاحب کے ساتھ تکمیل کے لئے لکھنؤ بھیج دیا۔ خود بھی لکھنؤ میں مقیم ہونے کی وجہ سے ان طلبا کی نگرانی فرماتے رہے اور دو سال کی قلیل مدت میں یہ چاروں صاحبان لکھنؤ سے فارغ ہو کر واپس تشریف آئے۔

اگرچہ قاری عبدالمالک صاحب کا واپس تشریف لے جانا مدرسہ کے لئے ایک سانحہ تھا لیکن اسی سال مدرسہ نے ترقی کی طرف ایک اور موڑ لیا۔ صاحبزادی بو ننھا بیگم صاحبہ نے اسی سال مدرسہ کے لئے یہ وسیع و عریض عمارت وقف فرمادی

www.abulhasanalinadwi.org

جس میں اس وقت آپ تشریف فرما ہیں۔ مدرسہ میں تعمیری فنڈ قائم کیا اور اس طرح اس شکستہ عمارت کی درستی ہوئی اور جدید کمرے تعمیر ہوئے۔ ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء کو مدرسہ سرائے سے اس جدید عمارت میں منتقل ہوگیا اور اس کا باقاعدہ افتتاح ہوا اور درجات تجوید میں قاری محمد سابق صاحب، قاری عبدالرزاق صاحب کا تقرر عمل میں آیا۔ اس افتتاح کے موقع پر بانی مدرسہ کی تجویز کے مطابق لکھنؤ سے قاری محمد نظر صاحب کو خصوصی طور پر امتحان کے لئے بلایا گیا اور یہی وہ پہلا سال ہے جبکہ مدرسہ کی جانب سے درجہ تجوید میں جناب حافظ محمد امین صاحب مرحوم کو بروایت حفص سند قرأت دی گئی۔ سنہ ۱۹۲۵ء سے لے کر سنہ ۱۹۳۱ء تک بیس طالب علم حفظ قرآن تکمیل کر کے مکمل طور پر فارغ ہوئے۔

یکم نومبر سنہ ۱۹۳۰ء سے مدرسے کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ عمارت خاطر خواہ مل چکی تھی۔ مدرسہ ترقی کی راہوں پر گامزن تھا۔ اب مدرسہ کے لئے ایک باقاعدہ دستور العمل کی ضرورت تھی۔ اس لئے ۲۵ فروری سنہ ۱۹۳۱ء کو مدرسہ کے لئے ایک دستور العمل منظور ہوا اور اسی کے مطابق امتحانات سالانہ و ششماہی ہونا شروع ہوئے اور مدرسہ کو اور اس کے نظم کو دستور العمل کا پابند بنا دیا گیا۔ مزید براں اسی سال مدرسہ میں عربی فارسی کی تعلیم کا اضافہ ہوا۔ چنانچہ یکم مارچ سنہ ۱۹۳۱ء کو درجہ فارسی کے لئے مولوی سید احمد شاہ صاحب کا تقرر مستقل طور پر عمل میں آیا اور عربی کے درس کی ذمہ داری قاضی محمد عرفان خاں صاحب نے اعزازی طور پر قبول فرمائی۔ سید مصطفےٰ علی صاحب جو اپنے فن کے مشہور و ماہر حسابی و ریاضی دان گذرے ہیں وہ مدرس حساب مقرر ہوئے اور اسی سال سے مدرسہ میں الہ آباد کے امتحانات عربی و فارسی، منشی و مولوی وغیرہ جاری ہوئے۔ اللہ نے ان تبدیلیوں میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ مدرسہ اپنے تمام شعبوں میں ترقی کرتا رہا اور سال بسال کسی نہ کسی تنوع کے ساتھ ترقی

www.abulhasanalinadwi.org

کی راہیں اس کے لئے کھلتی رہیں۔

سنہ ۱۹۷۴ء تک کے نتائج دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک مدرسہ سے ۴۵۰ حافظ مکمل طور سے فارغ ہو چکے تھے۔ ناظرہ خواں طلباء کی تعداد بے شمار رہی ہے۔ ۴۵ طلباء تجوید سے فارغ ہو چکے تھے۔ چالیس طلباء اس وقت تک منشی [illegible] کے امتحان میں کامیابی حاصل کر چکے تھے ۱۲ طالب علم امتحان مولوی پاس کر چکے تھے، اسی طرح کچھ طالب علم منشی کامل اور مولوی عالم کے امتحانات میں شریک ہو چکے تھے۔

مدرسہ میں ہر سال سالانہ جلسے دستار بندی کے سلسلہ میں منعقد ہوتے رہے دو تین جلسے مدرسہ کی تاریخ میں بڑے اہم ہیں۔ ایک جلسہ جناب محمد یوسف صاحب صدیقی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا جس میں جناب ضمیر الاسلام صاحب چیف جج نے قرآن پاک کے معجزہ ہونے پر زبردست تقریر فرمائی۔ مسلمانان ٹونک کا یہ ایسا شاندار اجتماع تھا جو مدرسہ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔

اسی طرح دوسرے سال مدرسہ کا ایک تاریخی سالانہ جلسہ دستار بندی کے سلسلے میں منعقد ہوا۔ اُستاذ القراء قاری عبد المالک صاحب صدر مدرس مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ بلائے گئے اور مولانا عبد الرشید صاحب، صاحب لغات القرآن کو ایک عالم کی حیثیت سے دعوت دی گئی۔ جامع مسجد ٹونک میں طلباء کی دستار بندی ہوئی۔ اور مولانا عبد الرشید صاحب نے اسی جلسہ میں ایک نہایت ہی پر اثر تقریر فرمائی۔

حفظ قرآن اور تجوید و قرأت کی خدمت کے ساتھ ساتھ یہ مدرسہ علوم عربیہ کی خدمت بھی برابر کرتا رہا۔ چنانچہ اعزازی مدرسین عربیہ کے علاوہ مدرسہ کو خوش قسمتی سے مولانا منتخب الحق صاحب بہاری، مولوی عبد الحی صاحب اور مولوی عبد الحفیظ صاحب مفتی کی خدمات بھی حاصل ہوتی رہیں اور اب مولوی محمد سعید صاحب جو اسی مدرسہ سے ماشاء اللہ فارغ شدہ ہیں۔ درجات عربی و تجوید قرأت کی خدمات کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ مدرسہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

تین درجات حفظ و ناظرہ کے مستقل طور پر جاری ہیں اور اُردو دینیات وغیرہ دوسرے مضامین کا بھی خاطر خواہ انتظام ہے۔

یہاں تک مدرسہ کی رپورٹ کا مرتبہ حصہ سنانے کے بعد اُس پوسٹر کے کچھ حصے سنائے گئے جو مولانا کی تشریف آوری کے موقع پر "قوم کے نام پیغام" کے عنوان سے طبع کرایا گیا تھا اور عین وقت پر جلسہ گاہ میں تقسیم کیا گیا۔ یہاں وہ پوسٹر من اولہ الی آخرہ ذیل میں درج ہے۔

قوم کے نام پیغام

موجودہ زمانے میں کون ایسا شخص ہوگا جو تعلیم کی ضرورت سے واقف نہیں۔ مذہب اسلام نے تو اسے بڑی ہی اہمیت دی ہے۔ قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہے۔ آیت قرآنی هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اور احادیث طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ (علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے) سے تعلیم کی اہمیت پوری طرح ظاہر ہے۔

یاد رکھیئے! تعلیم ہی کے ذریعہ قوموں نے ترقی کی ہے۔ تعلیم ہی کے ذریعہ روشنی پھیلتی اور جہالت کی تاریکی دُور ہوتی ہے۔ تعلیم ہی سے روشن خیالی، وسیع النظری پیدا ہو کر تنگ نظری دُور ہوتی ہے۔ تعلیم ہی سے اخلاق و مروت، انسانی شرافت، دوستی، امن پسندی، رواداری، متانت سنجیدگی اور بردباری پیدا ہونا ممکن ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قوموں نے تعلیم ہی کے ذریعہ ترقی کی ہے اور اب بھی تعلیم ہی کے ذریعہ قوم تعمیری کاموں کی طرف توجہ کر کے کامیاب ہو سکتی ہے۔

پھر دینی تعلیم کے ذریعہ دینی شعور بیدار ہوگا۔ اور جو بے حسی، جمود اور تعطل پیدا

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگیا ہے۔ وہ دینی تعلیم ہی کے ذریعہ دور ہو سکتا ہے دینی تعلیم ہی سے اخلاق حسنہ پیدا ہونگے دینی تعلیم ہی سے ذہنی اخلاقی، معاشی، معاملاتی معاشرتی اور سماجی برائیاں دور ہوں گی۔ غلط رسم و رواج کورانہ تقلید، فضول خرچی کی عادت، لہو و لعب کی کثرت، افلاس غربت، زبوں حالی، پراگندگی فرسودگی، لایعنی کاموں میں مشغولیت اور نکمّا پن یہ سب برائیاں دینی تعلیم ہی کی اشاعت سے دور ہو سکتی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم خود بھی دین کی تعلیم حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی اس تعلیم میں لگا دیں۔

ایک وہ زمانہ تھا جب کہ صرف قدیمی علوم ہی کی تعلیم اسلامی مدارس میں ہوا کرتی تھی اور تعلیم کے طریقے بھی پرانے رائج تھے۔ اور صرف قدیم اور پرانے طریقے پر ہی تعلیم حاصل کی جاتی تھی۔ اب زمانہ بالکل بدل چکا ہے اور حالات کا تقاضا ہے کہ چاہے تعلیم کے ابتدائی مراحل ہوں۔ یا اوسط، یا انتہائی علوم دینی کی تعلیم ہو یا دنیاوی علوم کی عربی علوم کی تعلیم ہو یا فارسی علوم کی، غرضکہ طریق تعلیم اب جدید ہونا ضروری ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہمارے مدارس کی فرسودگی کو دور کیا جائے۔ ہمارے معلمین اور ہمارے طلبار کی پراگندگی کو ختم کیا جائے۔ موجودہ ماحول میں جدید تقاضوں کے مطابق تعلیم دی جائے اور تمام ہی نئے اور پرانے اسلامی مدارس و مکاتیب کو نئی شکل دی جائے۔ یہ سوچنا قوم کا کام ہے کہ مدارس کی حالت کو کس طرح بدلا جائے اور کس طرح تبدیلی لائی جائے۔ کس طرح مالی کمزوری دور کی جائے اور کس طرح نظام تعلیم کو درست کیا جائے۔ کس طرح ان تعلیمی اور تعمیری کاموں میں اشتراک و اجتماعیت پیدا کی جائے

پیغامِ مسرّت

یہ پیغام مسرت سن لیجئے اب عربی زبان کا وہ دور ختم ہوگیا جس میں عربی زبان فرسودگی کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اب عربی زبان بین الاقوامی زبان بن چکی ہے۔ اب عربی زبان اقوام متحدہ کی زبان ہے اور زندہ زبان ہے۔ اب عربی کی دنیا بڑھتی ہی جارہی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور عربی زبان کا بول بالا ہوا چاہتا ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ برِ اعظم ایشیا و افریقہ کے ممالک ہی نہیں بلکہ برِ اعظم یورپ و امریکہ کے تمام ہی ممالک اور سلطنتیں اب عربی زبان سے لا پرواہی نہیں برت سکتیں۔ خدائے بزرگ نے عرب اقوام کو دولت سے مالا مال کر دیا ہے اور بڑی بڑی عرب سلطنتیں وجود میں آچکی ہیں۔

رہا عجم کا معاملہ تو ابتدا ہی سے عجمی مسلمانوں میں عربی زبان اور عربی علوم کا بڑا رواج رہا ہے۔ خود ہمارے ملک ہندوستان میں عربی علوم کی طرف سب سے زیادہ توجہ رہی ہے اور ہمارے ملک میں ایسے ایسے عالم اور مصنف پیدا ہوئے جن کی نظیر دوسرے ممالک میں ہی نہیں۔ عرب ممالک میں بھی مشکل سے ملتی ہے۔ خود ہمارے ملک میں علوم عربیہ کی اس قدر تصنیفات ہوئی ہیں جنکا شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اور کیوں نہ ہو۔ اللہ کی کتاب عربی ہے۔ نبیؐ عربی ہے۔ نبیؐ کی زبان عربی ہے مسلمانوں کے تمام علوم، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول عقائد و کلام اور دیگر علوم و فنون عربی میں ہیں گویا ہماری تمام میراث عربی میں ہے پھر عربی زبان سے کس طرح صرف نظر کیا جا سکتا ہے۔

عربی کی ضرورت پر ایک دوسرے پہلو سے بھی غور کر لیجیے۔ یعنی خالص دنیاوی پہلو سے ہمارے ملک (ہندوستان) کے قدیمی زمانے سے عربوں سے تعلقات رہے ہیں اور موجودہ حالات نے عربوں سے تعلق میں بہت اضافہ کر دیا ہے اور اس تعلق میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ ہمارے ملک (ہندوستان) میں تمام ہی عرب ممالک کے سفارت خانے کھلے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تمام عرب ممالک میں ہمارے سفارت خانے موجود ہیں۔ ہمارے ہندوستان کو عربوں سے تیل اور پٹرول کی ضرورت ہے اور ہمارا مال عرب ممالک میں بہت بڑی تعداد میں فروخت ہوتا ہے۔ غرض کہ ملکی اعتبار سے بھی ہمیں عربی دانی کی ضرورت ہے اسی لئے ہمارے ملک کی بیشتر یونیورسٹیوں میں عربی شعبے کھلے ہوئے ہیں ان حالات میں ہماری حکومت عربی اور جدید عربی کو فروغ دے رہی ہے۔ ہمارے ملک

www.abulhasanalinadwi.org

کی سب سے پرانی، سب سے بڑی اور برسر اقتدار جماعت کانگریس نے بھی عربی سیل قائم کر دیا ہے۔ غرض کہ فی زمانہ عربی دانی کی بڑی ضرورت ہے اور مستقبل میں یہ ضرورت اور بڑھ جائے گی۔ لہٰذا عربی حاصل کرنے والے اس لحاظ سے بھی مایوس نہ ہوں۔ اگر عربی قدیم کے ساتھ ساتھ عربی جدید اور عربی جدید کے ساتھ علوم جدیدہ بھی حاصل کر لئے جائیں تو ہم اپنی ملی و ملکی ضرورت کو بھی پورا کر سکیں گے۔

بروقت صحیح اقدام

یہ بات پورے طور سے واضح ہو گئی ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم، عربی تعلیم، دینی تعلیم اور جدید عربی کس قدر ضروری ہے۔ اس دور کے تقاضوں کو مدرسہ فرقانیہ نے محسوس کیا اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ اقدام کیا ہے کہ اس مدرسہ میں قدیم عربی کے ساتھ جدید عربی کا بھی انتظام کیا جائے اور ندوہ کے طرز پر یہاں بھی عربی کلاسیں کھولی جائیں تاکہ ابتدائی عمر کے بچے جو کم عمری کی وجہ سے ندوہ نہیں پہنچ پاتے ہیں اور نہ دور دراز کا سفر کر کے وہاں تنہا نہیں رہ سکتے ہیں یا وہ غریب بچے جو مصارف برداشت نہیں کر سکتے ہیں وہ پانچویں درجہ تک مدرسہ فرقانیہ ٹونک میں اسی نصاب اور کورس کے مطابق جدید عربی حاصل کریں۔ مناسب اور باصلاحیت مدرسوں کا انتخاب بھی ندوہ سے چاہا گیا ہے اور ان درجات کے الحاق کی بات بھی ہو رہی ہے۔ امید ہے جلد تمام تکمیلات ہوں گی۔

اندریں حالات عزم و حوصلہ کی ضرورت ہے۔ ایثار و قربانی کی ضرورت ہے استقلال و استحکام کی ضرورت ہے ـــــ صرف جوش کافی نہیں۔ ہوش اور گوش کی ضرورت ہے۔ یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اہل ٹونک نے اس ضرورت کا احساس کر لیا اور ٹھوس عملی قدم اٹھایا تو نصرت ایزدی اور مدد

www.abulhasanalinadwi.org

خداوندی ہمارے ساتھ ہے معلوم نہیں کارساز حقیقی کس کس علاقے اور کس کس طریقے سے مدد کے اسباب فراہم کردے۔

مولانا علی میاں کی آمد

مفکر ملت حضرت مولانا علی میاں صاحب کا اس وقت ٹونک میں ورود مسعود ان تمام ہی ضروریات اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہوا ہے آن مکرم کا ٹونک سے جو تعلق ہے اسی کے پیش نظر مولانا کو اس موقع پر تکلیف دی گئی ہے اور ان ہی کے مبارک ہاتھوں سے عربی کے ان درجات کا افتتاح کرایا جارہا ہے انشاء اللہ مولانا کی تشریف آوری صرف مدرسہ فرقانیہ ہی کے لئے نہیں بلکہ ٹونک کے تمام مدارس اور تعلیمی حلقوں کے واسطے کارآمد اور یہ اقدام سنگ میل ثابت ہوگا اور نشاۃ ثانیہ کا کام دے گا اور اگر ٹونک کے لوگوں نے توجہ کی تو انشاء اللہ ٹونک دینی اور عربی تعلیم میں پورے راجستھان کا مرکز بن کر رہے گا۔

اپیل

۱۔۔۔ ہم عام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں میں سے کم از کم ایک ہونہار بچہ دینی تعلیم اور عربی تعلیم کے لئے وقف کردیں اور دینی مدارس کو جتنا بھی ممکن ہو مالی تعاون دیتے رہیں۔ ہم یہ اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس میں سب سے زیادہ تعداد غریب بچوں کی ہے۔ غریب والدین نے اپنے بچوں کے لئے دینی تعلیم اور قرآنی تعلیم کو ہمیشہ فوقیت دی ہے۔ ہم ان کے جذبے کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کرنا چاہتے ہیں اور ہم ان بچوں کو گدڑی کا لعل سمجھتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ بھی بتاتی ہے اور آج بھی سینکڑوں ایسی

www.abulhasanalinadwi.org

[illegible] باکمال پیدا ہوئے ہیں۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ خداوند تعالیٰ نے دین حق، دینی تعلیم اور دین کے تحفظ کے لئے ان ہی کو چنا ہو۔

۱۵ ــــــ ہم شہر کے معزز اور جدید تعلیم یافتہ حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ بھی اپنی اولاد میں سے کم از کم ایک ہونہار بچّہ کو دینی تعلیم اور عربی تعلیم کے لئے وقف کر دیں۔ ہم یہ اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ ہمیں اور ہمارے دینی مدارس کو ان حضرات سے بڑا ہی تعاون ملا ہے۔ دامے، درمے، قدمے، سخنے۔ غرض کہ ہر طرح ان صاحبان نے تعاون دیا ہے اور جو بھی مدد کی ضرورت ہوئی ہے وہ بروقت ان صاحبان نے کی ہے۔ اس اجلاس کے موقع پر بھی ان ہی صاحبان نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے۔ بڑی فیاضی کے ساتھ مدد کی ہے اور خندہ پیشانی سے اس اجلاس کی تحریک کو لبیک کہا ہے۔ ہم تہِ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُمید رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی یہ صاحبان اسی طرح تعاون فرماتے رہیں گے۔

۱۶ ــــــ آخر میں شہر کے تمام ہی عوام و خواص سے گزارش ہے کہ اس وقت مدرسہ کے مالی حالات ہرگز ایسے نہیں تھے کہ ہم اتنا بڑا اقدام کر سکیں۔ کبھی کبھی ماہانہ تنخواہ ادا کرنی بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ اب نئی عربی کلاس کے افتتاح سے مصارف ماہانہ میں بڑا اضافہ ہو جائے گا۔ ظاہری حالات کے اعتبار سے مدرسہ بالکل اس قابل نہیں تھا کہ یہ اقدام کر سکے مگر ہمیں قوی امید ہے کہ خدا اس کام میں مدد فرمائے گا۔ صرف خدا کے بھروسہ پر مدرسہ نے یہ قدم اٹھایا ہے اور شہر کے تمام ہی عوام و خواص، امیر و غریب اور ہر طبقہ کے اصحاب خیر سے نیز باہر کے حضرات سے کافی امید ہے کہ وہ اس کام میں مدرسہ کی مدد کریں گے

۱۷ ــــــ وہ حضرات جو ٹونک کے ہیں لیکن اپنے کاروبار کے سلسلے میں باہر رہتے ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اور ہمیشہ باہر رہ کر بھی اس مدرسہ کی مدد کرتے ہیں اور وہ حضرات جو ٹونک کے باشندے نہیں ہیں لیکن دین سے تعلیم سے اور اس مدرسہ سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ حضرات جو بطور مہمان یہاں تشریف لائے ہیں ہم ان سب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ اس شہر کے لوگوں نے اپنی اپنی بڑی جائدادیں اس مدرسہ میں وقف کی ہیں اور یہ جائدادیں محل وقوع کے اعتبار سے بڑے ہی موقع کی ہیں اور منافع بخش ہیں لیکن شکستہ ہیں۔ ان میں مناسب مرمت اور تعمیر کی ضرورت ہے۔ اگر یہ تعمیر ہو جائے تو ان جائدادوں سے اس قدر آمدنی ہو سکتی ہے جس سے مدرسہ خود کفیل ہو جائے۔ اس لئے مدرسہ نے "تعمیر فنڈ" کے نام سے ایک فنڈ علیحدہ کھول دیا ہے۔ اراکین مدرسہ تمام اہل ثروت اور اہل خیر حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ "تعمیر فنڈ" میں زیادہ سے زیادہ مدد دے کر مدرسہ کو خود کفیل بنانے کی کوشش کریں اور یقین فرمائیں کہ آپ کا یہ عمل بڑا صدقہ جاریہ ہوگا جس کا ثواب ہمیشہ آپ کو پہنچتا رہے گا۔

رہنمایان قوم سے ضروری گزارشات

ہمارے شہر کے تعلیم یافتہ، جدید تعلیم یافتہ بالخصوص قائدین اور رہنمایانِ قوم سے عرض ہے کہ:

(۱) ـــ موجودہ حالات میں تعلیم بالغان کی شدید ضرورت ہے۔ خاص طور سے کالجوں اور اسکولوں میں جو طلبہ شہر اور بیرون شہر کے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کے لئے جہاں بھی مناسب سمجھیں صباحی اور شبینہ مدارس کھولیں۔

(۲) ـــ عورتوں اور بچیوں کی تعلیم پر مزید توجہ کی جائے اور مسلمان بچیوں کو آمادہ کیا جائے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ وہ کم از کم اُردو تعلیم اور دینی تعلیم ضرور حاصل کریں جو مدرسہ یہ خدمات انجام دے رہا ہے اس کی طرف مزید توجہ کی جائے۔

(۳) معاشرتی اور سماجی برائیوں کو دُور کرنے کی ضرورت ہے غلط رسم و رواج، فضول خرچی اور اسراف بیجا کی عادتوں کو کم کرنے پر توجہ دی جائے اور جہیز کی رسم کو کم سے کم کیا جائے۔

(۴) تمام رہنمایان قوم سے نہایت ادب سے گزارش ہے کہ موجودہ حالات میں تعمیری، اصلاحی اور ٹھوس کاموں کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔ اس سلسلہ میں تمام صاحبان کا فرض ہے کہ وہ متحد ہو کر ان تجاویز پر غور کر کے مناسب فیصلے کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وما علینا الا البلاغ (اراکین مدرسہ فرقانیہ)۔

رپورٹ ختم ہونے کے بعد مولانا محترم سے درخواست کی گئی کہ اگرچہ کافی تاخیر ہو گئی ہے لیکن اس کے باوجود، زحمت فرما کر، اپنے خیالات، اپنے تاثرات اور اپنے مفید ترین نصائح سے ہم طالبان علم اور تشنگان فیوض و برکات کو سیراب کرنے کی تکلیف فرمائیں۔

اس موقع پر مولانا نے بڑی جامع مدلّل، مفید، اور وقت کے تمام حالات اور تقاضوں کے پیش نظر جو اہم تقریر فرمائی۔ حالات کی ان تبدیلیوں کو سامنے رکھتے ہوئے آج یہ تقریر پیش بینی و پیش گوئی سے کسی طرح کمتر درجہ نہیں رکھتی۔

یہ تقریر اُس وقت ریکارڈ کر لی گئی تھی اس لئے اُس کی مدد سے ضبطِ تحریر کر کے مولانا کی اصل تقریر، مولانا ہی کے الفاظ میں نقل کی جا رہی ہے مستفیض ہوں اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی کوشش کریں۔

www.abulhasanalinadwi.org

تقریر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ یو۔پی

بہ سلسلہ جلسۂ تعلیمی، دارالعلوم فرقانیہ۔ٹونک راجپتھان

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ، ونستغفرہ ونؤمن بہ و نتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل، فلا ھادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ونبینا ومولانا محمد عبدہ ورسولہ، صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وازواجہ وذریاتہ واھل بیتہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔

أما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء، بیدک الخیر، انک علی کل شیء قدیر۔ تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب۔

• میرے بزرگو اور دوستو! میرے لئے شہر ٹونک میں آکر یہاں کی گلیوں میں پھرنا، اور یہاں کے آثار قدیمہ کو دیکھنا۔ ان اسلاف کی نشانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور پھر یہاں کے عزیزوں اور بھائیوں سے ملنا اور ان سے خطاب کرنا بڑا سخت امتحان تھا۔ کوئی بے حس سے بے حس انسان، سوائے اس کے کہ جو پتھر کا دل رکھتا ہو وہی ایسا کر سکتا ہے کہ ایک ایسے شہر سے جس کے چپہ چپہ پر

www.abulhasanalinadwi.org

اُس کے اسلاف کی [illegible] ہیں، نقوش ثبت ہیں، اور جس کی خاک
کبھی اشکِ سحرگاہی [illegible] کی مشتاقی سے بار بار نم ہوئی ہے اور جس پر
بارش کی طرح اولیاء اللہ کے آنسو اور مصنفین کے قلم کی روسیاہی نہیں کہتا روشنائی
ٹپکتی ہو، اُس پر کونسا گنہگار اور کونسا بے حیا انسان ہے جو بے باکانہ قدم رکھتا ہوا
گذر جائے اور اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو، میں بھی بہرحال انسان ہوں۔ تاریخ
پڑھی ہے اور تاریخ بہت بے حیا بنا دیتی ہے۔ یہاں اگر تاریخ کا ذوق رکھنے والے
موجود ہوں تو وہ مجھے معاف کریں، میں بھی اسی صف میں ہوں۔ تاریخ میں آدمی ہر طرح
کے مناظر اس کے آنکھوں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ قوموں کے عروج و زوال کے،
ان کے نکبت و ادبار کے اور ان کے عروج و اقبال کے بھی ـــ انسان کا دل سخت
ہو جاتا ہے اور اس کو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ دنیا ایک تماشا گاہ ہے، ایک
اسٹیج ہے جس پر ایکٹر آتے ہیں کھیل دکھا کر چلے جاتے ہیں۔ کبھی کوئی بادشاہ کے
بھیس میں آتا ہے تو کبھی کوئی وزیر کے بھیس میں آتا ہے۔ کبھی کوئی فقیر کے بھیس میں
آتا ہے۔ لشکر آتے ہیں اور اس طرح لڑتے ہیں ـــ بچے اپنی صفیں بناتے ہیں اور
لشکر آراستہ کرتے ہیں اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں
لیکن بڑے بوڑھے کسی اور نیچے مقام پر سے بیٹھ کر تماشا دیکھتے ہیں اور ہنستے ہیں
اور کہتے ہیں کہ کیسا لشکر، اور کیسے لشکری اور کیسے سپہ سالار اور کیسے سپاہی
یہ سب بچوں کا کھیل ہے۔ اسی طرح مؤرخ تاریخ کے اس بامِ بلند سے تاریخ کے اس [illegible]نشین
سے دنیا میں قوموں کے عروج اور زوال کو اور فتح و شکست کے مناظر دیکھتا ہے تو
وہ یہ پکار اٹھتا ہے کہ ؎

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشہ مرے آگے

میں تاریخ کا طالب علم ہوں، میری کئی پشت سے تاریخ چلی آ رہی ہے۔ میرے خاندان

www.abulhasanalinadwi.org

میں، میرے دادا بھی مورخ تھے۔ میرے والد بھی مورخ تھے۔ میں نے بھی تاریخ پر قلم اٹھایا ہے اور قوموں کی تاریخیں بھی لکھی ہیں۔ ملتوں کی تاریخیں لکھی ہیں۔ تہذیبوں اور فلسفوں کی بھی تاریخیں لکھی ہیں ــــ لیکن یہ ایسے شہر کا معاملہ تھا جس سے ڈیڑھ سو برس برس میرے خاندان کی تاریخ وابستہ ہے جہاں اسلامی حمیت اور غیرت کا وہ جوہر جو بالاکوٹ کی مٹی میں ملنے سے بچ گیا تھا۔ اُس کے جو چند قطرے بچ گئے تھے وہ نواب وزیرالدولہ مرحوم کی نگاہ دور بین نے اور نگاہ جوہر شناس نے اُس کو وہاں سے یہاں بلا لیا اور اُس نے ٹونک کی فضاؤں کو نہیں بلکہ ہندوستان کی فضاؤں کو ایک صدی تک مکمل معطر اور معنبر رکھا جس سرزمین سے میرا تعلق محض مورخ کا تعلق نہیں تھا محض ایک مبصر یا جیسا کہ کہا گیا ایک مفکر کا، مفکر تو نہیں ہوں نہ دعویٰ ہے اور اس کا اعتراف کر سکتا ہوں۔ متفکر ضرور ہوں تو میرا تعلق اس سرزمین سے) ۔ مفکر کہیے یا ایک متفکر کہیے، میرا تعلق اتنا ہی نہیں ہے کہ جیسے کوئی تاریخ کا ایک پروفیسر یا تاریخ کا کوئی مصنف یہاں آجائے تو وہ بھی دیکھتا ہے۔ سبق لیتا ہے۔ نتائج نکالتا ہے، اصول و کلیات وضع کرتا ہے، لیکن دور دور سے۔ میرا تعلق دور کا جلوہ نہیں ہے۔ میرا تعلق تو قلب کا تعلق ہے۔ روح کا تعلق ہے، حافظہ کا تعلق ہے، جذبات کا تعلق ہے۔ میرے خاندان کے کتنے عزیز یہاں آسودہ خاک ہیں۔ میرے استاد، میرے وہ جن کی عظمت و عقیدت میرے خمیر میں پڑی ہے گھٹی میں جیسا کہ کہتے ہیں بچے کی گھٹی میں ملا دینا تو میری گھٹی میں مولانا سید عرفان صاحب، مولانا سید مصطفےٰ صاحب کی عقیدت میری گھٹی میں پڑی ہے قافلے کے بزرگوں کی محبت میری گھٹی میں پڑی ہے۔ مولانا حمید حسن خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے استاد ہی نہیں ہیں۔ مربی ہیں، میں بچوں کی طرح اُن کے دامن تربیت میں پلا ہوں تو میں تو ایک مورخ و مفکر کی حیثیت سے اس سرزمین پر سے گذر ہی نہیں سکتا تھا، وہ جن کے لئے سب کھیل برابر ہیں وہ یہاں آئیں اور چلے جائیں لیکن میرے

www.abulhasanalinadwi.org

لئے تو یہ شہر سب [illegible] ہے۔ یہ شہر تو بہت سی حیثیتوں سے مجھے عزیز تھا، تو قریب تھا کہ میرا دل اس کا تحمل نہ ہو سکے اور کم سے کم یہ کہ میں آپ کے سامنے تصویر حیرت بن کر بیٹھا رہوں۔ آپ سے کچھ بات نہ کر سکوں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی کارسازی کہ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ جب یہ اندازہ ہوا کہ، ناطقہ سر بگریباں ہے اور عقل انگشت بدنداں ہے۔ وہاں قرآن نے مشکل کشائی کی۔ اس موقع پر بھی قرآن ہی نے دستگیری کی۔ خدا اس پڑھنے والے کو جزائے خیر دے کہ جس نے سورۂ آل عمران کی آیتیں پڑھیں۔ مجھے درد کی دوا مل گئی، مجھے ہر سوال کا جواب مل گیا، مجھے ہر مایوسی کا ازالہ، ہر مایوسی کا تریاق مہیا ہو گیا۔ اس کے بعد نہ مایوسی کی ضرورت، اس کے بعد نہ اس کی ضرورت کہ دل کے سو ٹکڑے ہوں۔ وہ اللہ نے اس آیت میں، درد بھی دیا اور دوا بھی دی سوال بھی ہے اور جواب بھی ہے۔

خوشا بخت شوریدگانِ غمش اگر ریش بینند اگر مرہمش

جہاں زخم ہے وہاں مرہم بھی ہے اور وہ مرہم غالب ہے۔ درد سے بڑھ کر دوا ہے اور مرض سے بڑھ کر علاج ہے۔ امتوں کے لئے اور قوموں کے لئے تہذیبوں کے لئے، صلاحیت رکھنے والے انسانوں کے لئے۔ خاص طور پر دعوت و پیغام رکھنے والی ملتوں کے لئے اس میں سب کچھ موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے قل اللھم مالک الملک ـــــ پہلی بات تو یہ ہے کہ آدمی بلند اتنا ہوتا ہے کہ فلاں قوم اس صلاحیت کی، اس معیار کی، وہ برسر عروج تھی۔ ایک دوسری قوم آئی جو وہ صلاحیت نہیں رکھتی تھی، اس کو کہاں سے یہ استحقاق تھا اور اس نے یہ کہیے۔ یہ انقلاب لے آئی اور کس طریقے سے وہ وارث بن گئی اور تخت سلطنت کس نے بچھایا تھا اور کون اس پر بیٹھ گیا۔ سب کا جواب دے دیا: قل اللّٰھم مالک الملک، مالک الملک کوئی ہے ہی نہیں۔ کہاں کا،

www.abulhasanalinadwi.org

کس ہاتھ سے کس ہاتھ کی طرف گیا ــــــــــــ نہ کسی ہاتھ نے دیا نہ کسی ہاتھ نے لیا ــــــــــ کار زلف تست مشک افشاں اما عاشقاں مصلحت را بر آہو چیں بستہ اند۔ یہ تو اُسی کی قدرت کے کھیل ہیں۔ اس میں کسی کی کوئی اُس کی خرابی ہے اور نہ اس میں کسی کمال وقابلیت کو دخل ہے بلکہ دینے والا وہ دلانے والا۔ اُس نے ایک ہاتھ سے لیا دوسرے ہاتھ کو دے دیا۔ اس میں یہ بڑی تسکین کی چیز ہے کہ جب کوئی مثلاً دو بچے بیٹھے ہوں تو ان میں کوئی بڑا ایک بچے کے سر سے اُتار کر ٹوپی دوسرے کے سر پر رکھدے تو اس میں کوئی حیرت کی کوئی بات نہیں۔ نہ بچے کو شکایت کرنی چاہیئے۔ نہ اُس کو فخر کرنا چاہیے کہ اس کے سر پر ٹوپی آئی۔ یہ ٹوپی کسی اور نے کس کے سر سے اُتاری ہے اور کسی کے سر پر رکھدی ہے اور جو ہاتھ اِس پر سے اُتار کر اُس سر پر رکھ سکتا ہے وہ اس سر پر سے بھی اُتار کر، دوسرے کے سر پر رکھ سکتا ہے۔ تو فرما دیا۔ قل اللّٰھم مالک الملک اے اللہ۔ اے سلطنت کے حقیقی مالک۔ اے اللہ۔ اے سلطنتوں کے حقیقی مالک، جیسا کہ اقبال نے کہا ہے ؎

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے   حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

قل اللھم مالک الملک، تؤتی الملک، یہ نہیں کہا کہ یہ لیتا ہے اور وہ دیتا ہے۔ اُس نے ہارا، اُس نے جیتا، نہ کسی کی ہار، نہ کسی کی جیت، تؤتی الملک من تشاء، تو جس کو چاہے سلطنت عطا فرمادے اور من تشاء مطلب یہ کہ اُس میں اُس کی قابلیت ہی کو دخل نہیں ہے کہ یہ نہ سمجھے کوئی کہ بڑی قابلیت کی قوم ہے کہ دیکھیے فلاں قوم دیکھیے صدیوں سے حکومت کر رہی تھی اور کیسا بے دخل کر دیا تو فرمایا۔ قل اللھم مالک الملک۔ اے سلطنت کے حقیقی مالک ــــ تؤتی الملک من تشا۔ جس کو تو چاہے سلطنت دیدے

www.abulhasanalinadwi.org

وتنزع الملك ممن تشاء اور جس سے چاہے حکومت چھین لے۔ وتعز من تشاء ۔۔ اور جس کو چاہے اس کو عزت دے۔ اور دیکھئے من تشاء ہر ایک کے ساتھ لگ رہا ہے تاکہ کہیں شک کی گنجائش نہ رہے۔ اُس کے خیال میں یہ آئے کہ اُس کا کمال اس کا عیش یا اُس کی شامتِ اعمال تو بیشک اُس کا بھی ایک اصول ہے۔ خدا کے یہاں۔ لیکن حقیقی کرنے والا ہے۔ فاعل حقیقی کوئی اور ہے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء۔ پھر اس کے بعد اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ بس ایک مرتبہ یہ اُلٹ پھیر ہو گیا۔ اب کیا ہوگا۔ اب قسمتوں پر مہر لگ گئی تو جواب ملتا ہے۔ بیدك الخیر تیرے ہاتھ میں مستقل خیر ہے۔ ایک دن دو دن کی خیر نہیں ہو پچاس برس کی خیر نہیں۔ الخیر جس کا نام ہے۔ جنس خیر تیرے ہاتھ میں ہے خیر جس پر خیر کا اطلاق ہوتا ہے۔ وہ الخیر کُل کا کُل تیرے ہاتھ میں ہے۔ بیدك الخیر انك علی شیئ قدیر اگر کوئی یہ کہے کہ یہ ابتلاء ایک ہی بار ہوا تو غلط۔ انك علی کل شیئ قدیر وہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ صدیوں میں یہ انقلاب ہوا کرتا ہے تو اب صدیوں میں ہی یہ انقلاب ہوگا تو فرماتا ہے تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل کھیل تو یہ روز ہوتے ہیں تولج اللیل فی النہار تو رات کو دن میں داخل کرے اور دن کو رات میں داخل کرے۔ تولج اللیل فی النہا وتولج النہار فی اللیل وتخرج الحی من المیت اور کوئی یہ سمجھے کہ اب زوال پذیر قوم سے کوئی اقبال مندی ظاہر نہیں ہو سکتی اور صاحب اقبال قوم میں اب کوئی تبدیلی نہیں آسکتی تو فرماتا ہے نہیں۔ تخرج الحی من المیت۔ مردہ سے زندہ کو نکالے اور زندہ سے مردہ کو برآمد کرے۔ تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب جس کو تو چاہے۔ بے حساب دے دے، وہاں یہ راشننگ نہیں ہے کہ بس صاحب اتنا۔ اتنا کہ اس سے زیادہ نہیں مل سکتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

دینے پر آئے تو جھولی بھر دے اور نہ دینے پر آئے تو دانہ دانہ کو ترسائے۔ یہ آیت ہے جس نے مجھے سہارا دیا اور ہمت پیدا ہوئی کہ میں آپ کے سامنے کچھ کہوں۔ بس اس سے زیادہ کوئی مکمل اور جامع پیغام نہیں ہو سکتا۔ تو بھائی اللہ تعالیٰ ہر خیر کا مرکز ہے۔ خیر کا خالق بھی ہے اور خیر کا مخزن بھی ہے۔ الیہ یرجع الامر کلہ۔ اور اسی سے ابتدا ہے اور اسی پر انتہا ہے اور اصل میں یہ سب اُسی کے ارادہ کے تابع ہیں۔ یہاں ایک وقت تھا جب اس خاندان نے اپنی حکومت قائم کی۔ اس سے اپنی صلاحیت سے، اپنی سپاہ گری سے اپنا استحقاق پیدا کیا اور انگریزی سلطنت نے اُس کو اس کا اہل سمجھا اور اس کو انعام میں یہ جگہ دی۔ اگرچہ حضرت سید احمد شہیدؒ جس کی تاریخ کا ایک خاص حصہ اس جگہ سے وابستہ ہے۔ انہوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا تھا اور نواب میر خانصاحب کو سمجھایا تھا کہ یہ آپ کو جو ایک شہباز میں اور ایک شاہین ہیں آپ کو یہ لوگ پابند کرنا چاہتے ہیں۔ آپ اتنی جلدی اُس پر راضی نہ ہو جائیں لیکن اس وقت ان کے لشکر کے حالات ایسے تھے اور ہندوستان میں اس وقت انتشار برپا تھا۔ ایک ایسی بے اعتمادی لوگوں میں پیدا ہو گئی تھی کہ اُن کو وہ اپنے حالات میں بہتر سمجھتے تھے اور ان کو ایسا نظر آیا کہ انھوں نے اگر اُس وقت اُس کو بھی قبول نہ کیا تو پھر کچھ نہیں ملے گا۔ یہ اُن کا مطالعہ تھا اور جائزہ تھا حالات کا۔ اور وہ معذور کہے جا سکتے ہیں۔ بہرحال یہ حصہ ان کو ملا اور ان کے خاندان نے یہاں حکومت کی اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق، اللہ تعالیٰ اُن کی تقصیروں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور اُن کے حسنات کو اور انہوں نے جو علماء اور علم کی سرپرستی کی اور ان کے دور میں جو یہاں کا اللہ کا نام لیا گیا اور سنتوں کا احیا ہوا اور قال اللہ قال الرسول کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اللہ اُس کے طفیل میں اُن کی بخشش فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہمارے دل میں

www.abulhasanalinadwi.org

اُن کے لیے [illegible] ہندوستان توان کا ممنون واحسان مند تھا۔ پھر وہ [illegible] بلایا اور سر پر بٹھایا اور بڑی عزت اُن کو دی اور ہمیشہ اُن کا ادب کرتے رہے تو ہم تو ان کے ناخلف نہیں ہیں۔ ہمیشہ ان کا احسان مانیں گے۔ ہم ان کے لیے دعا کرتے ہیں اور ہم اللہ سے اُمید رکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے درجے بلند فرمائے اور اُن کا صالحین میں اور نیک بندوں میں حشر فرمائے۔

میرے بھائیو! یہ ایک دَور تھا جو کہ ختم ہوا۔ اس پر آپ حضرات جو کچھ قلق کریں قدرتی طور پر تو وہ صحیح ہے اور جذبات سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ ایک لڑکا، شریف لڑکا کسی گھر میں رہتا ہو، آرام سے ہو اور وہ اپنے ماں باپ کی عزت دیکھتا ہو اور محلے میں نکلتا ہو تو دوسرے جھک جھک کر اس کو سلام کرتے ہوں اور اُس کے لئے راستہ چھوڑ دیتے ہوں ــــ پھر اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے کہ کوئی اس کو پوچھنے والا نہ ہو تو اُس لڑکے کو اُس کا قلق ہوگا ـــ لیکن ہم آپ تو ماشاء اللہ سن بلوغ کو پہنچ گئے ہیں اور ہم آپ قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو سمجھنا چاہیے کہ یہ سب عارضی چیزیں ہیں۔ امتیں آتی ہیں اور جاتی ہیں اور جب سکندر اور سیزر کی حکومت باقی نہیں رہی اور جب وہ سلطنت انگلشیہ باقی نہیں رہی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اُس کی قلمرو میں آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ تو بھائی ـــ یہ تو ہندوستان اور ہندوستان کے اندر ایک صوبہ راجستھان راجپوتانہ، اُس میں ایک ریاست تھی اور دوسری ہندو ریاستوں کے مقابلہ میں چھوٹی تھی۔ اگرچہ ہماری نگاہ میں بڑی تھی تو اُس کے چلے جانے پر آپ حضرات کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ الٹ پھیر تو ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ اقبال نے کہا ہے ؎

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت کا تو کیا شکوہ کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئین مسلم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھے اُس کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

علمی زوال۔ اخلاقی زوال وہ ہیں چیزیں فکر کی اور غور کرنے کی۔ اگر کوئی قوم اخلاقی زوال میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر یہ وقت ہوتا ہے ماتم کا اور نوچنے کا اور قلق کا۔ باقی یہ حکومتیں تو آنے جانے والی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب مناسب سمجھے گا تو پھر آپ سے کام لے گا حکومت کس چیز کا نام ہے۔ حکومت نام ہے خدمت کا۔ حکومت خدمت خلق کی ایک شکل ہے اور یہ حکومتیں جو ہمارے اسلاف کو ملی تھیں یہ خدمت خلق کے لئے ملی تھیں اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے۔ سب نے تو نہیں ہم نہیں کہہ سکتے مگر اُن میں سے بہت سے لوگوں نے خدمت خلق کو بہت خوبی سے انجام دیا۔ ہندوستان اس کی گواہی دے گا۔ ان حکمرانوں میں شیر شاہ سوری بھی تھا۔ ان حکمرانوں میں اورنگ زیب عالمگیر بھی تھے تو ان لوگوں نے ہندوستان کا ایسا بندوبست کیا۔ ایسا اچھا انتظام جو کہیں نہ تھا کہ راستے پُرامن تھے۔ قافلے اطمینان سے گذرتے تھے۔ کہیں کوئی فساد اور کسی قسم کی کوئی شورش تھی اور ہر ایک کو اُس کا حق ملتا تھا۔ شرفاء کی عزت ہوتی تھی۔ بڑے بڑے عالی خاندانوں کی عزت ہوتی تھی۔ مشائخ اطمینان سے بیٹھ کر دلوں کو حرارت پہنچاتے تھے اور خدا کی محبت سے معمور کرتے تھے اور حضرات علماء و اساتذہ اُس کے سایہ میں بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ خود اُسی چھوٹی سی ریاست کو دیکھ لیجئے۔ یہاں ایک زمانہ میں خلیلیہ اور ناصریہ جیسے مدرسے قائم ہوئے اور مولانا حکیم برکات احمد صاحبؒ کا خیر یہاں سے لے کر اور کابل و قندھار تک رواں ہوا۔ کیسے کیسے

www.abulhasanalinadwi.org

جیسا کہ بیان [illegible] قیاس کر سکتے کہ کیا ہوتا ہوگا مثلاً لودھیوں کے زمانہ میں کیا ہوتا ہوگا، تغلقوں کے زمانہ میں کیا ہوتا ہوگا، خلجیوں کے زمانہ میں کیا ہوتا ہوگا۔ تو یہ خدمت خلق کی ایک [illegible] حکومت کی تعریف [illegible] یہ ہے کہ وہ خدمت خلق کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ خدمت خلق کے لئے آج تھوڑی سی طاقت چاہیئے۔ آدمی سب کچھ خدمت خلق کے لئے صرف کرنا چاہتا ہے۔ ہم بھی خدمت کرنے کے خواہشمند ہیں۔ ہم سے نہیں ہوتی لیکن اگر اللہ کسی بادشاہ کو توفیق دے، کسی حکمراں کو توفیق دے اور وہ خدمت خلق کرنا چاہے تو پھر اُس کو خدمت خلق سے کوئی نہیں روک سکتا ہے اور اس کو کسی وقت کوئی معذوری پیش نہیں آتی کہ نہیں صاحب۔ ہم تو خدمت خلق کرنا چاہتے ہیں مگر ہوتی نہیں۔ پیسہ ہمارے پاس نہیں، آدمی ہمارے پاس نہیں تو یہ حکومت حقیقت میں خدمت خلق کا ایک منظم اور وسیع ادارہ تھا اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ تو یہ قانون قدرت ہے اس سے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے اور خدمت خلق کا جذبہ رکھنا چاہیے اور رقابت کی نظر سے اور عداوت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ تعمیری نظر، تعمیری اور ہمدردانہ اور خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے اور اس ملک کو ترقی دینے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس ملک کو سنوارنے اور بنانے کی کوشش کرنا چاہیئے اور بھائی اُس چیز کو زندہ کرنا چاہیے جس کو زوال نہیں۔ سلطنت کو زوال ہے۔ کوئی سلطنت بھی زوال سے محفوظ نہیں اور ابن خلدوں نے تو لکھدیا ہے کہ جب کسی سلطنت کا بڑھاپا آتا ہے تو دُنیا کی کوئی طاقت اُس کو جوان نہیں بنا سکتی۔ سلطنتوں کی بھی عمریں ہوتی ہیں اور اُس میں بھی بچپن اور جوانی اور بڑھاپے کے دَور آتے ہیں اور سلطنت تو قوانین قدرت کے۔ اللہ تعالیٰ نے جو قوانین تکوینی بنادیئے ہیں اُن کے تابع ہیں حکومتوں کو زوال سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ خدا کرے کہ اس ہندوستان میں، اس ملک میں، بہت

www.abulhasanalinadwi.org

دنوں تک امن و امان قائم رہے اس میں ہمارا فائدہ ہی ہے مصنف اطمینان سے بیٹھے ہوئے تصنیف کریں گے۔ مدرسہ والے مدرسہ چلائیں گے اور لوگوں کے ساتھ انصاف ہوگا۔ لیکن یہ چیزیں تو ایسی ہیں کہ یہ بہت سی چیزوں سے متاثر ہوتی ہیں۔ سیکڑوں اُن کے لئے شرطیں ہیں ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم بدفالی سے کام لیں ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک میں امن و امان کا دور لائے اور پورے طور پر یہاں نظم و نسق درست ہو، یہاں باہمی اعتماد ہو۔ لیکن آپ سے کہتا ہوں، اہل ٹونک سے کہ اُس چیز کو زندہ کیجئے جس کو زوال نہیں اور وہ ہے کمال۔ وہ ہے اخلاص۔ وہ ہے للّٰہیت۔ آپ کے ٹونک نے جو شہرت پائی وہ تو اس ریاست کی بدولت شہرت نہیں پائی۔ ریاست بھی اللہ کی بڑی نعمت تھی۔ اور جب گئی اندازہ ہوا کہ کتنی بڑی نعمت گئی۔ لیکن ہندوستان میں ٹونک کا جو کچھ بھی نام ہوا وہ یہاں کے علمائے کرام کی بدولت روشن ہوا۔ وہ یہاں کے اُن اہل کمال کی بدولت روشن ہوا جس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہندوستان ہی نہیں بلکہ دوسرے ممالک سے دُور دُور سے اس طرف لوگ کھینچے چلے آتے تھے جیسے کہ مقناطیس کی طرف لوہے کے ٹکڑے کھنچتے ہیں اُن کو کوئی باندھ باندھ کر بھی رکھے تو وہ رسّی تڑا کر وہاں سے روانہ ہوں گے اور یہاں پہنچیں گے۔ آپ دیکھئے کہاں کہاں کے طالب علم یہاں آتے تھے اور یہاں سے نکلنے کے بعد وہ کس کس طرح چمکے بس اس کو آپ زندہ کیجئے۔ اور وہ، اُسکی شکل یہ مدرسہ ہے۔ اس مدرسہ کو آپ ترقی دیجئے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ مدرسہ کبھی ایسا مرکزی مدرسہ بن جائے کہ ٹونک جو راستہ سے ہٹا ہوا ایک مقام ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اسٹیشن اور شاید اسٹیشن تو اب بھی یہاں نہیں ہے لیکن ایک زمانہ تک یہاں پُل بھی نہیں تھا۔ پُل بن گیا تھا لیکن اس وقت تک اُس کا افتتاح بھی نہیں ہوا تھا اُس وقت بھی میں نے وہ زمانہ دیکھا ہے۔ اُس وقت بھی طالب علم آتے تھے اور اب ساری سہولتوں کے باوجود

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں آتے۔ کیا بات ہے۔ اب وہ لوگ نہیں ہیں، مولانا حیدر حسن خاں صاحب نہیں ہیں۔ مولانا حکیم برکات احمد صاحب نہیں ہیں اور وہ بڑے اساتذہ نامی گرامی جن کا نام مولانا عمران خانصاحب ندوی اور وہ حضرات نہیں، اُن کو لے آیئے اور اس مدرسہ کو حقیقی معنی میں مدرسہ بنا دیجئے۔ پھر آپ دیکھئے کہ اگر یہاں ریل نہیں آتی ہوگی جب بھی لوگ آئیں گے اور بہت بہت ایسے مقامات ہیں جہاں لوگ پہنچے۔ کہاں کا آدمی کہاں پہنچا تو آپ اس کی طرف توجہ کیجئے اور اپنی نگاہ اس پر جائیے کہ اپنے میں کوئی امتیاز پیدا کیجئے۔ ع

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

آپ اس کو کسی فن کا مرکز بنا دیجئے۔ میں کہتا ہوں کہ تجوید ہی کا مرکز بنا دیجئے تجوید کوئی حقیر علم نہیں ہے۔ لیکن عوام کی نگاہ میں وہ تفسیر حدیث کے برابر نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ اسے تجوید وحفظ ہی کا مرکز بنا دیجئے اور ہندوستان میں یہ مشہور ہو جائے کہ بھائی ٹونک جیسا کہ مشہور ہی تھا کہ ہمارے بچپن میں کہ ٹونک کے سے حافظ کہیں نہیں دیکھے۔ ایسا ہی مشہور ہو جائے کہ ٹونک کے قاریوں کا کوئی جواب نہیں۔ پھر آپ دیکھئے کہ ساری مسلمانوں کی زبوں حالیوں کے باوجود، اور مشکلات کے باوجود یہ ایک مرکز بن جائے گا۔ بڑے بڑے مدارس دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ یہ اپنے فضلا کو بھیجیں گے کہ بھئی وہاں تجوید کی سند وہاں سے لاؤ اور تجوید میں اختصاص وہاں جاکر پیدا کرو۔ اس پر توجہ کی ضرورت ہے پھر اُس کے ساتھ ساتھ وہاں اللہ کے بندے ایسے ہوں۔ دیکھئے کچھ بزرگان دین ایسے تھے۔ اکثر وہ گاؤں میں بیٹھتے تھے معلوم نہیں کیا ایسا رشتہ ہے، ایک مخفی رشتہ ہے۔ بزرگوں کی درویشی اور گاؤں اور جنگل کے درمیان کہ جس

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگ کو ہم سنتے ہیں۔ سوائے ان چند بزرگوں کے جو دلی میں مجبور ہو کر یہاں بیٹھے، اللہ کی طرف سے حکم آگیا کہ یہاں بیٹھو اور سلطنت کو سنبھالو۔ ورنہ اکثر بزرگوں کو یہ دیکھا کہ جس کسی پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھتے ہیں۔ کہیں اور کسی گاؤں میں بیٹھتے ہیں۔ اب کون گنج مراد آباد کو جانے۔ وہاں مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی بھی تھے کہ دنیا ان کے پاس جاتی تھی کہ سر آسمان جاہ و خورشید جاہ۔ حیدر آباد سے چل کر وہاں آئے۔ اور اناؤ کے اندر۔ اول تو اناؤ ہی کونسا مشہور ضلع ہے اور بڑا ضلع ہے وہ اس کے اندر ایک تحصیل خدا جانے کونسی تحصیل . . . . . منگل نوح، اُس کے اندر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ میں بھی ایک دو بار وہاں حاضر ہوا ہوں۔ کوئی کشش کی بات وہاں نہیں۔ آج کوئی بھی نہیں وہاں۔ لیکن جب مولانا فضل الرحمٰن صاحب تھے تو دنیا وہاں کھنچی چلی آرہی تھی۔ آپ کے مولانا محمود حسن صاحب وہاں پہنچے اور ایسے نہ معلوم کتنے۔ اور ٹونک ہی کے کتنے آدمی وہاں پہنچے ہوں گے۔ ایسی کوئی ہستی پیدا کیجئے۔ کوئی صاحب کمال پیدا کیجئے۔ کوئی مدرسہ یہاں قائم کیجئے۔ کوئی کسی چیز میں ایسا امتیاز ہو تو پھر دیکھئے پھر وہ دور واپس آسکتا ہے۔ حکومت تو اگر پھر آئی تو پھر بھی اس کا اعتبار نہیں۔ جو ایک مرتبہ چلا جائے تو پھر کبھی اس کا اعتبار نہ کیجئے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے جو ایک مرتبہ اگر چلا جائے سمجھئے اس کا کبھی اعتبار نہ کیجئے۔ جو آکر کبھی نہ جائے وہ ہے کمال، وہ ہے اخلاص، وہ ہے للّٰہیت۔ وہ ہے سچی روحانیت۔ یہ چیزیں اپنے اندر پیدا کیجئے اور اس کا موقع آپ کے لئے ویسا ہی ہے جیسا کہ عرب کے کسی بڑے سے بڑے ملک میں ہے۔ آپ یہاں اللہ کے ساتھ ایسا سچا تعلق پیدا کرلیں۔ یہ مسجدیں ہیں ان میں ولایت تقسیم ہوتی ہے۔ یہی ہیں وہ ولی گر یہ مسجدیں۔ یہ قطب اور غوث ان مسجدوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اتباع سنت

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ کا نام جب [illegible] اور اس میں کوئی دنیاوی غرض نہیں۔ آج وہی ہو سکتا ہے۔

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد۔

آج بھی وہ سب کچھ ہو سکتا ہے   اللہ کے نام میں آج بھی وہ اثر ہے اور علم میں آج بھی وہی محبوبیت اللہ نے رکھی ہے۔ جو علم کو حاصل کرے گا کمال پیدا کرے گا، محبوب بن جائے گا۔ وہ مرکز بن جائے گا خلائق کا۔ دنیا روکے گی اور بیچ میں خندقیں قائم کرے گی اور دریا بہیں گے اور پہاڑ کھڑے ہو جائیں گے راستہ روکنے کے لئے لیکن وہ طالبانِ علمِ دین وہ کسی نہ کسی طرح سے پہنچ جائیں گے اور اپنے دماغ کی، اپنے دل اور اپنی رُوح کی پیاس بجھائیں گے۔

بس بھائی اس سے زیادہ وقت میں گنجائش نہیں اور آج اعلان ہوا ہے کہ مجھے قافلہ کی مسجد میں بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ وہاں بھی جو اللہ کہلوائے گا وہ قرآن مجید کی رہنمائی حاصل کر کے وہاں بھی کچھ عرض کروں گا۔ اس وقت جتنا کہا گیا اول تو اس روئداد میں آ گیا۔ ایک البتہ میں معذرت کرنا چاہتا ہوں اور اس سے میرا دل کچھ ہلکا ہو جائے گا۔ اس کے کہنے سے ورنہ میں ایک بڑا بوجھ لے کر جاؤں گا۔ دیکھئے صحیح بات یہ تھی کہ مجھے یہ عرض کر دینا چاہیئے تھا ان بزرگوں کی خدمت میں کہ میری تعریف کی کوئی بات نہ ہو۔ اس لئے کہ "ایاز قدرِ خود را شناس"۔ اور جس سے وطن کا سا تعلق ہو، اس کی اور بھی تعریف نہیں ہونی چاہیئے تھی لیکن کچھ تو مجھے اندازہ نہیں تھا کچھ میرے میں کمزوری بھی ہے اور دوسرے کچھ بات ایک اور بھی ہے جس کے کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ جب یہ چیزیں کہی جاتی ہیں اور شرعاً اس میں قباحت ہے اور آدمی کو چاہیئے کہ روک سکتا ہے تو روکے لیکن یہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ کے کچھ مقبول بندوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

جوتیاں سیدھی کرنے کا معلوم نہیں، شرف حاصل ہوا۔ موقع ملا یا نہیں ملا۔ بہت سے اسباب کی بنا پر وہ اس کا موقع نہیں دیتے تھے لیکن اُن کے پاس بیٹھنے کا موقع ملا اپنے عیب سامنے آجاتے ہیں اور سائن بورڈ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اور لوگ تو تعریف سنتے ہیں اور میں اُن کے مطالعہ میں مصروف ہوتا ہوں تو مجھے نظر آتا ہے کہ میں کیا تھا۔ جب میں پہلی بار یہاں آیا تو مجھے ہندوستان میں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ میری کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔ مولانا حیدر حسن خاں کے گھر میں رہتا تھا اور میرے ساتھ جو لوگ، جو ساتھ آئے تھے لکھنؤ کے، وہ مجھے بناتے تھے، مجھے بہت سیدھا سمجھتے تھے۔ اور اب بھی میرے بھولی جنھوں نے جو میرے بچپن میں ساتھ کھیلا کرتے تھے اور میرے اعزا جو ہمارے ساتھ کھیلے ہوئے ہیں، افسوس ہے کہ اُن میں سے اس وقت کوئی نہیں، وہ سب جانتے ہیں کہ یہ بہت سیدھا آدمی ہے۔ اگر کسی کے متعلق یہ کہا جا سکتا۔ دعوی کے ساتھ کہ یہ کچھ نہیں ہو سکتا، وہ میں تھا اور خاندان میں طعنے دیئے جاتے تھے۔ میری والدہ مرحومہ جو بیوہ تھیں۔ میرے والد کا انتقال اس وقت ہوا جب میں نو سال کا تھا۔ نو دس سال کے درمیان تھا کسی کو کوئی امید نہیں تھی کہ میں کچھ پڑھ لکھ سکوں گا۔ بھئی دو چیزیں ہوتی ہیں۔ یا ذہانت ہو یا محنت ہو۔ مجھ میں نہ ذہانت تھی نہ محنت تھی۔ تو یہ جو کچھ ہوا محض اللہ کا فضل ہے۔ دو چیزیں اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائیں۔ یہ تعریف میری نہیں اُن کی تھی جس کے طفیل میں یہ نصیب ہوئیں۔ ایک تو میری والدہ صاحبہ مرحومہ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو روشن رکھے اور منور فرماتے۔ ایک تو اُن کی دعائیں کہ انہوں نے اپنی عمر وقف کر دی تھی دعاؤں کے لئے بس ان کا یہی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا اور ایک میرے بزرگوں اور استادوں کی شفقت۔ مجھے جتنے اُستاد ملے ایسے شفیق ملے

www.abulhasanalinadwi.org

مجھے [illegible] صاحبؒ، اللہ تعالیٰ اُن کے مرتبے زیادہ سے زیادہ بلند فرمائے۔ فرمانے لگے۔ میاں تم جا رہے ہو گے۔ میاں تم کو [illegible] دیکھتا رہوں گا۔ تو یہ کہاں، کس کو بات حاصل ہوتی ہے۔ بچوں کی طرح مجھ کو رکھا میرے کھانے کا خیال میری ہر چیز کا خیال تو جو کچھ آگے مجھے نصیب ہوا۔ اور جب میں باہر کے ملکوں میں گیا اور بلا استحقاق، الحمد للہ وہاں بھی اللہ تعالیٰ فریبِ نفس سے بچائے تو وہاں بھی الحمد للہ یہ سوچ لیتا ہوں کہ کیا ہوں۔ میں اگر آپ کے سامنے اپنی علمی کمزوریاں بیان کروں تو شاید آپ یقین نہ کریں اور جو لوگ یقین کریں وہ بالکل غیر معتقد ہو جائیں۔ میں پڑھا لکھا بہت کم ہوں۔ صاف آپ سے کہتا ہوں۔ اکثر یہ کہا کرتا ہوں میں نے حضرت رائپوری کو ایک شعر لکھا تھا۔ میں ہندوستان سے باہر گیا تھا۔ وہاں لوگ محبت سے پیش آئے تو میں نے انکو یہ شعر لکھا تھا۔

بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا   وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

اور الحمد للہ مجھے اس پر اللہ کا فضل ہے اور اس پر یقین ہے کہ جو کچھ ملا، وہ میرے بزرگوں کی دعا اور استادوں کی شفقت اور خدمت سے ملا، اسکے علاوہ خدمت تو میں نے بہت کم کی ہے۔ صلاحیت بھی نہیں تھی اور طاقت بھی نہیں صحت بھی خراب رہی لیکن جو کچھ بھی کی وہ معلوم نہیں کیوں میرے بزرگوں سے جو نسبت تھی اُس کی وجہ سے ہر بزرگ نے ہر استاد نے مجھے آنکھوں پر بٹھایا اور میرے ساتھ محبت کی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ چار آدمی میری بات کو سن لیتے ہیں اور جلسہ ولسہ ہو جاتا ہے۔ تو میں سنا رہا تھا کہ جب میں ٹونک پہلی مرتبہ آیا ہوں تو ایسے ہی جوتیاں چٹخاتے پھرتا تھا۔ یہاں امیر گنج سے قافلہ اور قافلہ سے امیر گنج۔ اس کے بعد آیا تو یہاں سے کتب خانہ دیکھنے جاتا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ میں نہ مقرر تھا، نہ میں کوئی بڑا مدرس تھا۔ نہ کوئی عالم محقق تھا لیکن اس وقت تھوڑا بہت جو ہو گیا۔ بہت دنوں سے قلم گھسنے کی وجہ سے اور آنکھیں اپنی بصارت کو کمزور کر دینے کی وجہ سے تھوڑا سا ہو گیا۔ اور ہو جاتا ہے ہر شخص کو۔

اس کے علاوہ مجھ کو کسی فن میں کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے۔ بس محض یہ ہے کہ بس تھوڑا بہت ان بزرگوں کی شفقت کی نگاہیں پڑنے، طالب علموں سے اکثر بیان کرتا ہوں اور ندوہ کے طلباء کو اکثر میں خطاب کرتا ہوں تو انھیں بتاتا ہوں کہ بھئی اصل چیز یہ ہے کہ اپنے اُستادوں کو راضی کرو اور اُن کی دعائیں لو۔ مجھے جو کچھ ملا ہے اسی وجہ سے ملا ہے اور تم کو بھی جو کچھ ملے گا اسی وجہ سے ملے گا ورنہ سب کو معلوم ہے کہ میرے ایسے ایسے ماہر ساتھی تھے کہ میں ان کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا تھا۔ بول نہیں سکتا۔

بس بھائیو! ——— اس سے میں اپنے دل کو تسکین دیتا رہا اور جن لوگوں نے اشعار کہے ہیں میں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں اُن کے جذبہ کی قدر کرتا ہوں۔ میں اپ خودی نہیں کرتا۔ ان کے اشعار کی بھی داد دیتا ہوں لیکن اُن کا جو موضوع تھا وہ موضوع ان کے سامنے تھا۔ بس اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ اس مدرسہ کو ترقی دے۔ میں تو خادم ہوں یہاں کا۔ انشاء اللہ کوئی اعلان نہیں کرتا لیکن بس انشاء اللہ میرے آنے سے اور کوئی فائدہ مجھے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس مدرسہ کا تعلق بڑھ گیا ہے اور اس سے الفت پیدا ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ موقع دے گا تو اس کی خدمت کروں گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا کی تقریر کا عوام اور تمام حاضرین جلسہ پر بہت اچھا اثر پڑا۔ مولانا کی سادگی و خلوص و للّٰہیت کی وجہ سے صرف حاضرین جلسہ ہی میں نہیں پورے شہر میں دینداری و للّٰہیت کی ایک رُوح اور ایک دینی تر و تازگی پیدا ہوتی نظر آرہی تھی اور ایک اچھا ماحول پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ہر شخص اپنے میں ایک طرح کی بالیدگی محسوس کر رہا تھا۔ یہ کیفیت عرصہ دراز کے بعد ٹونک کے ماحول میں نظر آرہی تھی اور پوری فضا مسرت سے پُر تھی۔ شام کو بعد عشاء، جامع مسجد قافلہ میں مولانا کے خطاب عام کا جو اعلان کر دیا گیا تھا، اُس کے سننے اور اس سے محظوظ ہونے کے لئے لوگ بے چین نظر آرہے تھے۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد، مدرسہ سے متصل مسجد سعیدیہ میں نمازِ عصر ادا کی گئی۔ بعد عصر عمارت مدرسہ ہی میں شہر کے معززین، عمائدین اور تعلیم یافتہ طبقے سے مولانا کی خصوصی ملاقاتوں کا پروگرام تھا لیکن تاخیر کافی ہو جانے کی وجہ سے یہ پروگرام زیادہ دیر نہ چل سکا اور مختصر ملاقات کے بعد مولانا نے فرمایا کہ شیخ محمد یوسف صاحب صدیقی کا ابھی کچھ مدت پہلے انتقال ہو گیا ہے اس لئے اُن کے مکان پر اُن کے اعزّہ کے پاس تعزیت کو چلنا ہے۔ چنانچہ ذریعہ کار اُن کے مکان واقع محلہ غزل پر جانا ہوا۔ میں اور حکیم احمد حسن خانصاحب مفتی مولانا کے ساتھ ساتھ رہے یوسف میاں مرحوم کے صاحبزادگان اور اُن کے ہمشیرہ زادے جناب ابرار احمد صاحب وہاں منتظر تھے۔ مختصر تعزیتی ملاقات کے بعد مولانا قبل مغرب ہی گورستان مولانا صاحب واقع مالپورہ دروازہ میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جانا چاہتے تھے جہاں یوسف میاں اور ان کے اجداد بھی مدفون ہیں اور خود مولانا حیدر علی صاحب۔ مولانا حکیم برکات احمد صاحب اُن کے والد حکیم دائم علی خانصاحب سادات قافلہ اور اُن جیسے بے شمار افراد کا مدفن یہی گورستان ہے۔ شام ہو چکی تھی لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

راستہ صاف اور ہموار نہ ہونے کے باوجود مولانا نے تکلیف فرمائی اور دیر تک وہاں فاتحہ خوانی میں مصروف رہے

گورستان سے فارغ ہو کر وہیں گورستان سے متصل لب سڑک مولانا صاحب کی وسیع مسجد ہے۔ جس میں مولانا درس دیا کرتے تھے۔ اسی مسجد میں نماز مغرب ادا کی گئی چونکہ مولانا مرحوم سے مولانا علی میاں صاحب کا علمی نسبتی و روحانی تعلق ہے اس لئے اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے مولانا کو بڑی مسرت محسوس ہوئی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولانا کی خواہش کے مطابق، مولانا حیدر علی صاحب مرحوم کے قدیم مکانات پر جانا ہوا جو وہاں قریب ہی میں واقع ہیں اور ان کے ورثاء جناب حکیم یحییٰ میاں صاحب اور جناب بسمل سعیدی وغیرہ وہیں قیام پذیر ہیں۔

حکیم یحییٰ میاں صاحب نے مولانا کا بڑا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور انہیں اُس دالان میں اُس مقام پر بٹھایا۔ جہاں مولانا صاحب کی بساط درس عرصہ دراز تک آباد رہی تھی وہاں پہنچکر مولانا نے اپنے میں بڑی فرحت، مسرت اور آسودگی محسوس فرمائی۔ بسمل صاحب مرحوم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے۔ اول اُس "ترانۂ خیر مقدم" کا ذکر ہوا جو صبح مدرسہ میں مولانا کیخدمت میں پیش کیا گیا تھا اور جسے مولانا نے کافی پسند فرمایا تھا۔ اس نشست میں بسمل صاحب نے اپنی وہ رباعی مولانا کی خدمت میں پیش کی جو آپ نے مدرسہ فرقانیہ کی جانب سے اس موقع کے لئے ترتیب دی تھی اور جو حصہ نظم میں شامل ہے۔

مختصر علمی گفتگو اور چائے نوشی کے بعد مدرسہ فرقانیہ واپسی ہوئی۔ نماز عشاء کا وقت قریب تھا۔ مولانا کا اصرار تھا کہ قیام ٹونک کی مدت میں سب نمازیں مسجد قافلہ میں ادا ہوں تو زیادہ اچھا ہے۔ موصوف نے فرمایا اور اس سے پہلے بھی آپ کئی بار اُسکا اظہار فرما چکے ہیں کہ مسجد قافلہ جن مخلص مجاہدین کے ہاتھوں تعمیر ہوئی ہے اُس کا اثر ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے ایک عجیب قسم کا لطف اور کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ نماز عشا جامع مسجد قافلہ میں ادا کی گئی اور نماز کے بعد فوراً خطاب عام کی تیاری شروع کر دی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کاروائی خطابِ عام

بہ جامع مسجد قافلہ ٹونک (راجستھان)

یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ سادات قافلہ اور اُن کی تعمیر کردہ مسجد قافلہ سے مولانا کا جو تعلق ہے اُس کے پیشِ نظر، خطاب عام کے لئے اس مسجد کا انتخاب کیا گیا تھا۔ وسطِ شہر میں لب سڑک ہونے کی وجہ سے شرکاء کو شرکت میں بھی سہولت تھی۔ مسجد میں حسب ضرورت فرش، روشنی اور لاؤڈ سپیکر کا پورا اہتمام کر دیا گیا۔ مسجد کے حوض کی جانب جو کھلا حصہ ہے اور اس میں قناتیں تنوا کر پردہ کا انتظام کر دیا گیا تاکہ مستورات بھی اس خطاب میں شرکت کر سکیں اور مولانا کے ارشادات سے استفادہ کر سکیں۔

نماز عشاء کے کچھ دیر بعد ہی لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور مولانا کے تشریف لاتے ہی جلسہ کے پروگرام کا آغاز کر دیا گیا۔ یہ تمام پروگرام اسی وقت ریکارڈ کر لیا گیا تھا۔ اور اُسی کی مدد سے پورا پروگرام ضبطِ تحریر کیا جا رہا ہے۔ جلسہ کا افتتاح تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا۔ مدرسہ کے ایک طالبِ علم حافظ قاری محمد طاہر نے چند آیات تلاوت کیں اور اُس کے بعد امام زین العابدینؒ کی مشہور نعت حاضرین کے سامنے بہترین انداز میں پڑھ کر سنائی :-

إنْ نِلْتِ يَا رِيحَ الصَّبَا يَوْمًا إلَى أرْضِ الحَرَم
بَلِّغْ سَلَامِي رَوْضَةً فِيهَا النَّبِيُّ المُحْتَرَم - الخ

حاضرینِ جلسہ پر اس نظم کے بڑے اچھے اثرات ہوئے۔

خطابِ عام کی کارروائی مولوی محمد سعید صاحب صدر مدرس مدرسہ فرقانیہ

www.abulhasanalinadwi.org

چلا رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے کچھ ابتدائی تعارف کرانے کے بعد مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ اس وقت مخصوص طور پر آپ ہی کے خطاب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس لئے میں آپ کو تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ حاضرین جلسہ منتظر چشم براہ ہیں۔ آپ کے ارشادات گرامی سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونا چاہتے ہیں۔

مولانا تشریف لائے اور ایک جامع پرمغز اور بااثر تقریر فرمائی۔ مولانا کی پوری تقریر ذیل میں ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے ضبط تحریر کی جارہی ہے۔

تقریر

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی

ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بہ سلسلہ جلسۂ تعلیمی دارالعلوم فرقانیہ، بہ جامع مسجد قافلہ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا[۱] ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیآت اعمالنا) من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا إلٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ،

---

[۱] (ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا) تین بار

www.abulhasanalinadwi.org

صلی اللہ علیہ [illegible] وذریاته واهل بیته

وبارك وسلم تسليما كثيرا

اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم

.... الى - وما بدلوا تبديلا -

میرے بزرگو اور بھائیو! آج قافلہ کی اس بابرکت، پرنور اور تاریخی مسجد میں جس کی اینٹ اینٹ اور جس کا چپہ چپہ ایک تاریخ رکھتا ہے اور جس کے بام و در اور منبر و محراب، ایک ایسے زمانہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ جب اللہ کے بندوں نے اللہ سے جو کچھ عہد کیا تھا، جب تک ان کے جان میں جان رہی اس عہد کو پورا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور یا اس عہد پر استوار رہے اور اس عہد کو پورا کرنے کی فکر میں دن رات بے چین رہتے تھے اور اس ساعت مبارک کے منتظر رہتے تھے کہ جب وہ اس دنیا سے سرخ رُو و باآبرو ہو کر اللہ کے روبرو حاضر ہوں اور اللہ کے یہاں انعام پائیں۔ یہ اللہ کے کچھ بندے تھے جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ہم تیرے راستے پر قائم رہیں گے۔ ہم اپنی جان کو اپنی جان نہیں سمجھیں گے۔ اپنے مال کو اپنا مال نہیں سمجھیں گے۔ اپنے گھر بار کو اپنا گھر بار نہیں سمجھیں گے جن کا عمل اس پر تھا کہ یہ جو کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ یہ اللہ کا مال ہے اور ہر وقت ان کے سامنے یہ آیت رہتی تھی۔ قل ان کان آباؤکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم ..... والله لا یهدی القوم الفاسقين

اے لوگو! ان کان آباءکم۔ اگر تمہارے والدین اور تمہارے ماں باپ، وابناءکم، اور تمہارے یہ جگر کے ٹکڑے، یہ لخت جگر، اولاد، واخوانکم، اور تمہارے بھائی بند، وازواجکم اور تمہاری بیویاں۔ وعشیرتکم اور تمہارے خاندان کے افراد اور تمہارے

www.abulhasanalinadwi.org

خاندان اور برادریاں۔ واموالاقترفتموھا اور وہ اموال جسے تم نے گاڑھا پسینہ بہاکر کمایا ہے، اپنی محنت سے ایک ایک پائی جمع کی ہے۔ وتجارۃ تخشون کسادھا اور یہ تجارت جس کے ماند پڑجانے کا تم کو خطرہ لاحق ہے کہ اگر تم اُس میں پورا وقت نہیں صرف کروگے اُس کی طرف پوری توجہ نہیں کروگے تو یہ تجارت ماند پڑجائے گی اور دوکانوں کا دیوالہ نکل جائے گا۔ ومساکن ترضونھا۔ یہ مکان جن کو تم بڑی چاؤ سے اور بڑے ارمانوں سے بنایا ہے اور جو تم کو بھلے لگتے ہوں اور اب تم ان کو وصول کرنا چاہتے ہو اور ابھی تک تو بناتے رہے اور دھوپ میں کھڑے ہوکر، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے ہوکر اور کڑاکے کے جاڑے میں تم نے اُس کی نگرانی کی تھی اور ایک اینٹ پر اینٹ رکھی گئی اور تم اُس کے بننے کا انتظار کر رہے تھے بے چینی سے اور جب یہ بن کر تیار ہوئے۔ ومساکن ترضونھا اور اب تم اُس میں رہنا پسند کرتے ہو اور یہ تمہاری آنکھوں میں کھوئے جاتے ہیں ـــــ احب الیکم من اللہ ورسولہ۔ اور یہ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کے راستے میں سردھڑ کی بازی لگانے سے زیادہ تمہیں محبوب ہیں فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ۔ تو پھر تم انتظار کرو، بیٹھے رہو اور تاک میں رہو۔ حتی یاتی اللہ بامرہ۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔ واللہ لایھدی القوم الفاسقین اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ہے قوم فاسقین کو جن کا اس پر ایمان تھا۔ یہ قافلہ اُن ہی لوگوں سے آباد ہوا تھا جن میں سے ایک بھی یہاں کا رہنے والا نہیں تھا۔ اُن میں اکثر یورپ کی طرف کے رہنے والے تھے۔ جہاں سے یہ دعوت شروع ہوئی۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے دل میں یہ لگن لگائی۔ اُس کے اندر اور اُس کے دل میں یہ ڈالا کہ ہندوستان میں اسلام کو سربلند کریں اور اس کا بول بالا کریں اور اس کے لئے انہوں نے ان سرفروشوں کی جماعت تیار کی جن کو اللہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور اللہ کا دین سب سے زیادہ عزیز تھا اور سب پر مقدم تھا

www.abulhasanalinadwi.org

اور جن کی خوب تربیت انہوں نے کر لی اور جن کو پہلے سر جھکانا سکھایا اللہ کے سامنے، پھر سر کٹانا سکھایا۔ جب تک سر جھکانے کا وقت تھا۔ انہوں نے کبھی سر جھکانے سے انکار نہیں کیا اور پورے طور پر سر جھکایا ایسا سر جھکایا کہ سر کیساتھ دل بھی جھک گیا۔ دماغ بھی جھک گیا۔ جذبات بھی جھک گئے۔ خواہشات بھی جھک گئیں اور جب ان کا ان کے امیر نے امتحان لیا۔ امتحان میں پورے اترے کہ اللہ کے حکم کے سامنے اُن کو کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ اگر اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں گھر بار چھوڑنا پڑے اور دولت و مال سے ہاتھ اٹھانا پڑے اور دنیا کی بڑی سے بڑی دولت و جاہت اور عہدے اور مرتبے کو لات مارنی پڑے اور سب سے آگے منہ پھیرنا پڑے، سب کے لئے وہ تیار تھے جو نقصان اس راستے میں ہوتا تھا اُس کو فائدہ سمجھتے تھے۔ جو ہار اس میں ہوتی تھی، اس کو جیت سمجھتے تھے۔ جو ذلت اس میں اٹھانی پڑتی تھی اُس کو عزت سمجھتے تھے۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کا حکم صرف ماننے کے لئے ہے۔ بس ایک ہی مطلب ہے، اللہ کے حکم کا کہ اللہ کا حکم مانا جائے۔ اللہ کا حکم محض تفریح کے لئے نہیں ہے۔ مشاعرے کے لئے نہیں ہے۔ وہ محض بزم آرائی کے لئے، محفل آرائی کے لئے نہیں ہے۔ وہ محض زمزم خوانی اور شعر گوئی کے لئے نہیں ہے۔ وہ محض اپنے کارنامے، اپنے اسلاف کے کارنامے بیان کرنے کے لئے نہیں ہے، اللہ کے حکم کا ایک ہی مطلب ہے۔ انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ ان یحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا۔ مومنین کا تو کام ایک ہی ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا کوئی حکم آئے اور وہ سنیں انما کان قول المومنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ اور جب ان کو دعوت دی جائے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تو ایک زبان ہو کر کہیں کہ سمعنا و اطعنا۔ ہم نے سنا اور ہم نے مانا ــــ اور ــــ وما کان لمومن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لھم الخیرۃ۔

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کسی ایمان والے مرد اور کسی ایمان والی عورت کی یہ مجال نہیں اس کو یہ بات زیب نہیں دیتی، یہ اُس کے جذبات سے مطابقت نہیں رکھتی، میل نہیں کھاتی کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول کا حکم سننے کے بعد اس کو کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ وہ، اس کو انتخاب کا موقع ملے کہ ہم کو سوچنے کا موقع دیجیے کہ ہمیں ابھی دو دن چار دن کی مہلت دیجیے کہ ہم غور کرلیں اور یہ جو آپ نے فیصلۂ شرعی سنایا ہے حکم شرعی ہم کو بتایا ہے اُس پر عمل کرنے میں زیادہ فائدہ ہے یا عمل نہ کرنے میں فائدہ ہے اور عمل کرنے میں کیا کیا نتائج پیش آئیں گے۔ ہم ذرا دیکھ لیں غور کرلیں۔ تول لیں اپنے بھائیوں سے پوچھ لیں مشورہ کرلیں۔ تو یہ جماعت تھی جن کو اُن کے امیر حضرت سید احمد شہیدؒ نے تیار کیا تھا اور یہ کچھ ہنسی کھیل کی بات نہیں ہے۔ یہ کوئی سیاسی تحریک نہیں کہ جلسہ بڑا سا کرلیا اور ایک نعرہ لگایا ایک جھنڈا اٹھایا اور سب کے سب لوگ اُس کے نیچے جمع ہوگئے اور اس کے بعد ذرا سی کوئی مصیبت آئی پھر سے اُڑ گئے جیسے چڑیاں اُڑ جاتی ہیں۔ جیسے کوفہ والوں نے کیا۔ اس طرح نہیں۔ یہ تو ایک ایک آدمی کو پرکھا تھا۔ تولا تھا اور اُس کو جانچا تھا۔ کسوٹی پر کسا تھا۔ نقصانات برداشت کئے۔ اُن سے اُس نے طعنے سنے۔ اُس نے جو فقرے چُست کئے جاتے تھے۔ وہ اس نے برداشت کئے۔ اور اس نے معلوم نہیں کیسے کیسے مفادات سے، کیسے کیسے قیمتی مفادات سے اُسے دست بردار ہونا پڑا۔ ملامتیں سُنیں، وہ اُن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا یخافون لومۃ لائم یہ معمولی بات نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وقت پر تو شاید وہ جان دیدیں اور جان لے لیں لیکن کسی کی بات سُن نہیں سکتے۔ ملامت اُن سے نہیں سنی جاسکتی اور پھر جب گھر سے یہ سلسلہ شروع ہوجائے اور اہل خاندان سے یہ سلسلہ شروع ہوجائے۔ باہر کی کشمکش تو بہت سے لوگ برداشت کرلیتے ہیں لیکن اندر کی

www.abulhasanalinadwi.org

[illegible] ن پر محنت کرنے والے بہت کم رہ گیا۔ حضرت نے ان کو بیچ پر خوب تولا۔ خوب تولا اور اُن کا امتحان لیا۔ اور ایک امتحان نہیں۔ عقیدہ کے سلسلہ میں امتحان، کہ اللہ کے سوا کسی کو نافع و ضار نہیں سمجھتے، کسی کو مشکل کشا اور حاجت روا نہیں سمجھتے، مصیبتیں آئیں بیماریاں آئیں، بچے بیمار ہوئے۔ لوگوں نے کہا۔ وہاں کی خاک لاؤ وہاں کی دھول لاؤ، وہاں کی چوکھٹ پر سر جھکاؤ، اُس آستانے پر نذر چڑھاؤ اور بچے کو وہاں لے جاؤ، سجدہ کراؤ، وہاں کی مٹی کو اُس کے منہ میں ڈالو اور اس کی پیشانی پر رکھو۔ انہوں نے کہا کہ موت منظور ہے۔ توحید کے عقیدے پر مرجانا منظور ہے۔ سارا گھر مر جائے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز جس میں شرک کا شائبہ ہے اُس کے قریب جائیں۔ عقائد میں اُن کا امتحان لیا، اعمال میں اُن کا امتحان لیا کہ نماز چاہے وہ سخت سردی کی نماز ہو فجر کی، یا سخت گرمی کی نماز ہو ظہر کی، نماز نہیں چھوٹ سکتی تھی اور نماز تو . . . . اس مسجد قافلہ کے متعلق میں نے سنا ہے بزرگوں سے کہ، آج سے ۲۵، ۳۰ برس پہلے کا واقعہ سناتا ہوں جبکہ وہ دیکھنے والے موجود تھے۔ دیکھنے والوں کے دیکھنے والے موجود تھے کہ وہ جماعت جو آئی تھی اللہ کی راہ میں قربانی دے کر اُس کا حال یہ تھا کہ لوگ بیان کرتے تھے کہ مغرب میں جو حال دیکھتے ہیں آپ، حاضرین کی تعداد، نمازیوں کی تعداد، یہ تعداد اس زمانہ میں تہجد گذاروں کی ہوتی تھی۔ اس مسجد میں اتنے آدمی تہجد میں نظر آتے تھے جتنے کہ مغرب میں۔ یہ تعداد یقیناً، یہ قافلہ کا بانار ہے سامنے ہی اور خدا کے فضل سے اس وقت تو یہ سارا محلہ ہی مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا اور اُن سے بھرا ہوا تھا جو قافلہ والوں کی اولاد میں تھے اور مغرب کے وقت تو ایسی مسجدیں جو آبادی سے دور ہوتی ہیں وہاں بھی بہت سے نماز پڑھنے والے پہنچ جاتے ہیں۔ انہوں نے بتایا تہجد میں وہ رونق ہوتی تھی یہاں جو اور مسجدوں میں ایسی آواز قرآن شریف کے پڑھنے کی اور ذکر و دعا کی آتی تھی کہ معلوم ہوتا تھا

www.abulhasanalinadwi.org

کہ مسجد بھری ہوئی ہے تو اُن اللہ کے بندوں نے ایک عہد کیا تھا۔ اللہ کے ایک بندے کے ہاتھ پر، ایک سچے بندے کے ہاتھ پر، اللہ کے سچے بندوں نے ایک عہد کیا تھا اور تاریخ شاہد ہے اور اب تو ساری دنیا نے مان لیا، اور مخالفین نے بھی مان لیا ہے کہ وہ اپنے عہد کے پکّے اور اپنے قول کے سچّے نکلے۔ جب تک دم میں دم رہا، وہ اپنی نذر پوری کرتے رہے اور جب پیام آگیا تو اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ انہوں نے کوئی بدعہدی نہیں کی اور عہد شکنی نہیں کی۔ وعدہ خلافی نہیں کی وہ وفادار ثابت ہوئے اور راست گفتار ثابت ہوئے۔ استوار پختہ استوار ثابت ہوئے اور جب دنیا سے گئے، یا تو خلعت شہادت پہن کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو کر یا اگر بستر مرگ پر انہوں نے جان دی تو وہ اس کی آرزو کرتے اور افسوس کرتے رہے اور افسوس کرتے رہے کہ خدا کو یوں ہی منظور تھا کہ میں بستر مرگ پر مروں ورنہ میں نے تو اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ اُن اللہ کے بندوں نے اپنے عہد کو سچا کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صحابہ کرام کے متعلق اور صحابہ کرام ہی کے وہ غلاموں میں تھے۔ صحابہ کرام ہی کی کوششوں کا صدقہ تھا صحابہ کرام کا ایک پرتو اُن پر پڑا تھا جس سے وہ چمک گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من المومنین رجال صدقوا۔ الخ

اہل ایمان میں کچھ مرد، کچھ مرد میدان، کچھ شیر مرد ایسے ہیں کہ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ۔ جنہوں نے سچ کر دکھایا اُس کو جو انہوں نے اللہ کے ساتھ عہد کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا اور پورا کر کے وہ دُنیا سے رخصت ہوئے۔ فمنھم من قضیٰ نحبہ . . . . . اُن میں کچھ ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے یعنی شہادت پا کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ومنھم من ینتظر . . . اُن میں کچھ ایسے ہیں جو اُن کا وقت موعود نہیں آیا۔ جو وقت مقرر ہے جو وقت اُن کا دنیا سے جانے کا ہے۔ جو نہ آگے ہو سکتا ہے نہ پیچھے۔ اُن کا وہ وقت نہیں آیا۔ وما

www.abulhasanalinadwi.org

[illegible] سے کوئی تبدیلی جہاں کی ... یہی مسلمانا کی شان ہے۔ وہ تو ایک [illegible] تھا۔ خاص حالات تھے اور اللہ نے ایک جذبہ پیدا کیا تھا۔ اپنے اُن بندوں کے دل میں، اور وہ جذبہ ایسا موجزن تھا اُنکے سینوں میں کہ ایسے لوگوں کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا اور نہ انہوں نے کسی کو چین سے بیٹھنے دیا۔ سارے ہندوستان کی زمین، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زلزلہ آیا ہوا ہے۔ ہل رہی ہے یہ زمین جگہ پر قرار نہیں ہے۔ کوئی ایسا شخص جس کے اندر ایمان کی ذرا بھی چنگاری تھی ایسا نہیں تھا کہ وہ چنگاری مشتعل نہ ہوگئی ہو اور فروزاں نہ ہوگئی ہو اور وہ اسکو کھینچکر کے نہ لے گئی ہو اس میدان وفا کی طرف، اور اس صداقت و شجاعت کے میدان کی طرف۔

لیکن میرے بھائیو اور دوستو! یہ تاریخ نہ ان پر ختم ہوئی اور نہ یہ سلسلہ اُن پر ختم ہو سکتا ہے اور نہ اُن پر دین ختم ہوا اور نہ اُن پر خدا کے فضل سے ایمان ختم ہوا اور نہ وہ اس عہد کے آخری عہد کرنے والے اور اس راہ کے آخری چلنے والے تھے۔ یہ سلسلہ تو قیامت تک رہے گا اور جو بھی نسل ہوگی، جو بھی کلمہ پڑھے گا۔ جو بھی اس امت میں جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالے گا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا قلادہ اپنے گلے میں ڈالے گا۔ وہ اسکو اسی راہ پر چلنا ہی ہوگا خواہ وہ کسی صدی کے لوگ ہوں، کسی ملک کے لوگ ہوں، کسی شہر کے لوگ ہوں، کیسے ہی حالات درپیش ہوں۔ وہ اپنے عہد پر قائم رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اس سے بڑھ کر کیا آگاہی اور کیا انتباہ ہو سکتا ہے کہ آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور جس سے آدمی کو ایک جھرجھری سی آجائے۔

الم۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون۔ ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و

www.abulhasanalinadwi.org

لیعلمن الکاذبین - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ چونکا دینے والے الفاظ ہیں کپکپی پیدا کرنے والے جسم پر کپکپی پیدا کرنے والے الفاظ ہیں۔

الٓمٓ، احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا الخ

کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ اتنا کہہ کر چھوٹ جائیں گے۔ اتنا کہہ کر وہ چھوٹ جائیں گے۔ ان کو چھٹی مل جائے گی کہ **ان یقولوا آمنا** کہ ہم ایمان لائے۔ **وھم لا یفتنون** اور ان کی کسی قسم کی آزمائش نہیں ہوگی **ولقد فتنا الذین من قبلھم**۳ اللہ اب بھی جان کر رہے گا ان لوگوں کو جو سچے ہیں جنہوں نے سچائی کا مظاہرہ کیا۔ **ولیعلمن الکاذبین** وہ معلوم کر کے رہے گا اس کو خوب معلوم ہو جائے گا۔ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے جو کہ جھوٹے ہیں۔ تو بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حالات سازگار ہوں اور جب اقبال کا زمانہ ہو اور جب اسلام ترقی کر رہا ہو اور جب مسلمانوں کا حال یہ ہو کہ مٹی پر ہاتھ رکھ دیں تو سونا بن جائے۔ اور جب دنیا انہی کے اشارے، اونہی کے آنکھ کے اشارے کی منتظر ہو اور جب وہ ہر وقت بازی جیتی چلی جائے۔ اور جو بھی اُس کی سیدھی تو سیدھی اور اس کی الٹی بھی سیدھی ہو تو اس وقت تو بیشک مسلمانوں کی بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ مسلمانوں کو شکر ادا کرنا چاہیئے اور خدا کے رسول کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ اور یہ دین جو ہے۔ یہ دین تو سراسر نفع کا دین ہے۔ دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی نفع۔ دین کو نقصان سے قربانی سے، کچھ کھونے سے کچھ خطرہ مول لینے سے کیا مناسبت۔ یہ دین تو کچھ دینے کے لئے آیا ہے۔ یہ دین تو جتلانے کے لئے آیا ہے۔ یہ دین تو عزت دینے کے لئے آیا ہے۔ یہ دین تو سربلند کرنے کے لئے آیا ہے۔ یہ دین تو شاہی اور سلطنت عطا کرنے کے لئے آیا ہے۔ یہ خاک نشینوں کو تخت سلطنت پر بٹھاتا ہے۔ یہ دنیا کے ساربانوں اور ریوڑ چلانے والوں کو دنیا کا جہان بان بناتا ہے۔ یہ ہمارے سامنے ہے اور یہ کچھ غلط نہیں ہے اور یہ دنیا نے

۳ ہم نے تو اُن کو بھی پرکھا اور اُن لوگوں کو بھی کسوٹی پر کسا جس طرح کہ سونا کسا جاتا ہے کسوٹی پر جو اس سے پہلے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھا کہ یہ ایسا ہی ہوا۔ یہ سمجھا [illegible] دین کا [illegible] تو دین [illegible] جس سے نفع ہی نفع حاصل ہوتا ہے۔ میٹھا ہی میٹھا ہو ـــــ وہی دین ہے اور جس دین میں کوئی بات آجائے اور جس کے لئے ذرا سا بھی نقصان گوارہ کرنا پڑے وہ دین نہیں ہے۔ اگر آپ دیکھئے گا۔ ٹٹولیے گا۔ ہمارے دماغوں کو خانہ تلاشی جسے کہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے دماغوں کی خانہ تلاشی لیجئے گا تو معلوم ہوگا کہ ہمارے ذہن میں دین کا یہی مفہوم ہے کہ دین تو اس وقت تک ہے جب تک کہ کوئی کسی قسم کا نقصان برداشت کرنا نہ پڑے۔ کچھ آنچ نہ آئے ہمارے اوپر، ہماری اولاد کے مستقبل پر، ہماری ترقیوں پر۔ ہمارے مستقبل کی درخشانی اور تابانی پر، ہمارے جو مواقع ہیں ترقی کرنے کے، سرسبز ہونے کے، اُن میں کسی پر زد نہ پڑے۔ جب تک کسی قسم کی کوئی زد نہ پڑے اور بات بنتی چلی جائے اور اس سے اقبال ہی اقبال ہو، وہاں تک تو دین بہت اچھا ہے اور کیا کہنا اس دین کو۔ اللہ کے آخری پیغمبر لے کر آئے اور قرآن مجید سے اس دین کو سیکھا ہے اور یہ دین تو ابدی دین ہے۔ قیامت تک رہے گا اور یہ حکیمانہ نظام ہے۔

لیکن اگر ذرا سا بھی اپنے نفس کے خلاف کرنا پڑے، خواہش کے خلاف کرنا پڑے اور ذرا سا بھی نقصان برداشت کرنا پڑے۔ اور نقصان برداشت کرنا تو بعد کی چیز ہے نقصان کا اندیشہ بھی ہو یعنی یوں ہی کہ چلتے ہوئے، راستہ چلتے ہوئے کوئی کہدے کہ میاں اس میں تھوڑا سا ذرا سوچنے کی ضرورت ہے۔ کچھ کہہ نہ دے آپ کو۔ کوئی نام نہ دھردے۔ کوئی بس جا کر شکایت نہ کردے۔ بس وہیں سب جوش وخروش سب ختم اور پھر ہمیں دین سے کوئی واسطہ نہیں ـــــ بھائی اس کو دین سے وفاداری نہیں کہتے۔ یہ تو دین نہیں ہے۔ یہ تو چڑھتے سورج کی پوجا ہے کہ چڑھتے سورج کی پوجاری تو ہر زمانہ میں ہے۔ جب تک سورج چڑھ رہا ہے۔ ہم اس کے پجاری ہیں لا احب الآفلین لیکن جب وہ ڈوبنے لگے ہم سب سے پہلے کہدیں کہ ڈوبتے سورج سے ہیں کوئی

www.abulhasanalinadwi.org

واسطہ نہیں۔ ہم تو چڑھتے سورج کو جانتے ہیں۔ اسلام اس کا قائل نہیں۔ اسلام کے اندر یہ نہیں ہے کہ جب تک ترقی ہوتی رہے۔ کامیابی ہی کامیابی آتی رہے اور ہاتھ مٹھی گرم ہی ہوتی رہے اور بالکل بے خطر زندگی ہو۔ محفوظ چاروں طرف سے اور کسی کو کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس وقت تک تو ہم سے بڑھ کوئی عابد و زاہد، کوئی مسلمان کہلانے والا، اسلام پر فخر کرنے والا، اسلام پر ناز کرنے والا، اپنی اولاد کو بھی ہم اسلام کی تعلیم دیں گے اور اپنے گھر میں بھی ہم اسلام قائم کریں گے۔ لیکن ذرا بھی اگر کوئی نقصان کا اندیشہ ہو یا اگر یونہی سایہ بھی پڑ جائے۔ سایہ بھی دیکھ لے تو بس اس کے بعد کسی نے ہم کو کس نے کہا ہے۔ ہم تو زمانہ کے ساتھ چلتے ہیں اور ہم تو صلح پسند لوگ ہیں صلح کُن لوگ ہیں اور ہم تو ؎

ما قصۂ سکندر و دارا شنیدہ ام از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

اپنے اپنے معیار کے مطابق اور اپنی اپنی زبان اور لہجے میں کوئی زبان حال سے کہتا ہے۔ زیادہ تر لوگ زبان حال سے کہتے ہیں لیکن کچھ لوگ زبان قال سے بھی کہتے ہیں۔ صاف صاف کہہ بھی دیتے ہیں کہ بھائی ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے اور ہمارے متعلق آپ کسی قسم کا کوئی خطرہ اپنے دل میں نہ پیدا کیجئے اور ہمیں کسی بکھیڑے سے، کسی قسم کے بکھیڑے سے کام نہیں ہے۔ بھائی اسلام میں خطرہ کو دعوت دینے اور مصیبت کو دعوت دینے کی دعوت نہیں دی گئی ہے۔ ترغیب نہیں دی گئی ہے بلکہ منع کیا گیا ہے۔ لیکن وہ دین دین ہی نہیں جس کا ایک ہی پہلو ہو، درخشاں پہلو، اور آدمی اُس دین کو اس شرط پر قبول کرلے کہ کسی قسم کا اُس دین سے نقصان نہ پہنچے گا۔ اس وقت تک تو ہم اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے لئے تیار ہیں۔ سب سے بڑھ چڑھ کر ہم مسلمان ہیں عیدگاہ میں آپ دیکھئے کہ ہم سے بڑھ کر کوئی مسلمان نہیں معلوم ہوتا اور عید ملنے کے وقت دیکھئے تو ہم سے بڑھ کر کوئی مسلمان

www.abulhasanalinadwi.org

معلوم نہیں ہوتا اور تقریبات میں [illegible] شعائر کا مظاہرہ کرنے والا نہیں۔ لیکن ذرا سا بھی نقصان۔ اپنے نفس کے خلاف۔ ادنیٰ درجہ کی بھی کوئی چیز کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو کہا گیا کہ بھائی میراث کا حکم ہے۔ یہ میراث کوئی من مانی چیز نہیں ہے۔ ترکہ جو تقسیم ہوتا ہے اس کا ایک قانون ہے اور اللہ تعالیٰ نے پورا رکوع، یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین سورہ نساء کا پورا رکوع ہے آیات میراث کے متعلق، اُس میں میراث کا بھی پورا قانون بیان کیا گیا ہے ۔ واہ صاحب مذہب سے ان باتوں کا کیا تعلق، مذہب تو نماز روزہ ہے۔ آپ نماز روزہ کو کہئے تو ہم جتنی آپ نمازوں کا کہتے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ نمازیں پڑھنے کو تیار ہیں اور پہلے جا کر ہم مسجد میں بیٹھ جائیں اور سب سے آخر میں ہم نکلیں۔ لیکن یہ پیسے ویسے کا معاملہ۔ معاملات، دنیاوی معاملات اسلام کو دنیا سے کیا تعلق۔ یہ تو دنیاداری کی باتیں ہیں۔ اس میں تو آدمی کو آزاد ہونا چاہیئے۔ جس کو چاہے دے جس سے چاہے لے

آباءکم وابناءکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا

کیوں کہا گیا۔ اسی پر وہ چوٹ لگائی گئی کہ تمہیں اگر اختیار دے دیا جاتا کہ تم اپنا ترکہ جس طرح چاہو تقسیم کرو۔ تم بالکل نہیں سمجھ سکتے تھے کہ کون زیادہ حقدار ہے تمہارے ترکہ کا اور کس کو دینے سے تم کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم نے ہی سب کے حصے مقرر کر دیئے ہیں۔ بس اُس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

ایسے ہی مثلاً جھگڑا ہے۔ تنازعہ ہے بھائیوں کے درمیان۔ بہت سے لوگ ہم نے ایسے دیکھے ہیں کہ بڑے دیندار۔ آپ ڈاڑھی ناپیں تو بالکل شرعی، آپ پائنچہ دیکھیے تو ڈاڑھی نیچی اور پائنچہ اونچا، ساری چیزیں، وہ جو شرطیں ہیں، مسلمان مسلمانوں کی صورت، وہ سب طرح ہر طرف سے لیکن تنازعہ کے وقت اگر کسی بھائی سے

www.abulhasanalinadwi.org

لڑائی ہوجائے تو اتفاق سے بھائی ہو حق پر اور تم ہو غلطی پر، تو اس کے بعد پھر سب دین و شریعت سب بالائے طاق اور اس کے بعد آپ اپنا غصہ نکالنے کے لئے اور اس کی توہین کرنے کے لئے اور اس کو زک پہنچانے کے لئے، اور اس کو دنیا میں کسی کام کا نہ رکھنے کے لئے یعنی اس کو رگڑ دینے کے لئے، اس کو خاک میں ملا دینے کے لئے ہم تیار ہوتے ہیں اور ہمارا دین ہم کو بالکل نہیں روکتا اور ہم نے ایسی مطابقت پیدا کر رکھی ہے۔ دنیا و دین کو ایک دوسرے سے ملانے، آگ پانی کو جمع کرنے کی ایسی قابلیت ہے ہمارے اندر کہ ایک طرف تو ہم نفس پرست ہیں۔ دوسری طرف خدا پرست ہیں۔ بھائیو! یہ جہاد شہادت جس کے بڑے بڑے فضائل ہیں۔ یہ تو بہت بعد کی چیز ہے۔ یہ تو اللہ جس کو نصیب کرے۔ ہماری زبان بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس کا نام لیں۔ وہ تو وہی لوگ تھے جنہوں نے یہ مسجد بنائی۔ وہ سر کٹانے کیلئے گئے تھے۔ جب سر نہیں کٹا اور اللہ کو منظور نہیں تھا تو وہ آگئے یہاں اور برابر انتظار میں رہے کہ جب بھی کوئی موقع ہو اور آواز کان میں پڑے۔ ایسے لوگ تھے جو اس نیت سے وہ گھوڑے پالتے تھے۔ اونٹ پالتے تھے کہ جس وقت کہیں سے کوئی شکل پیدا ہوگی تو ہمیں پھر کہیں ڈھونڈنے جانا نہ پڑے۔ کتنے یہاں پر ایسے حضرات تھے جن کے نام بتائے جا سکتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ گھوڑے پالے، گھر میں باندھے کہ جب وہ وقت آئے گا ـــــ بھائی وہ باتیں جو اُن کے قابل تھیں ہمارا منہ کہاں کہ ہم ان باتوں کا نام بھی لیں۔ جو ان کا شرعی درجہ ہے وہ اپنی جگہ پر ہے۔ اگر ساری دنیا مل کر یہ کہے کہ وہ منسوخ ہوگئیں وہ چیزیں تو وہ جھوٹا ہے۔ قیامت تک وہ چیزیں رہیں گی لیکن وقت کے حالات ہوتے ہیں۔ اب اس وقت جو، جس کا مطالبہ ہے، مجھے، کہ آپ اللہ کے دین کو ہر چیز پر مقدم رکھیں۔ اپنے نفس پر اُس کو جاری کریں اپنے گھر میں اُس کو جاری کریں اپنے مال و جائداد پر اُس کو جاری کریں اور وہ کیفیت جو صحابہ کرامؓ کی بیان کی گئی ہے

www.abulhasanalinadwi.org

بھڑکتی نہ تھی خود بجھ [illegible] شریعت کے قبضہ میں تھی باگ اُن کی
جہاں کر دیا نرم [illegible] جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

ہم نے اُس کی ایک پرچھائیں دیکھی ہے - خدا شاہد ہے - مسجد میں بیٹھ کر کہہ رہے ہیں کہ ہمیں اگر اس کی پرچھائیں نظر آئی ہے تو اسی جماعت میں - اسی قدسی جماعت میں - یہی جماعت وہ مجاہدین کی تھی کہ جہاں انہوں نے شریعت کا حکم سُنا اور انہوں نے فوراً سر جھکا دیا - وہ صرف میدان جہاد میں مجاہد نہیں تھے وہ گھر میں بھی مجاہد تھے - وہ کارخانوں میں بھی مجاہد تھے - وہ دکانوں میں مجاہد تھے بیوی بچوں میں رہتے ہوئے بھی مجاہد تھے - ان کے جہاد کا سلسلہ چوبیس "۲۴" گھنٹے جاری رہتا تھا - جہاد یہی نہیں کہ ہتیلی پر سفر کر کے چلے جائیں وہ تو ایک وقت کا - ایک وقت سر کٹا دینا -

وہ جو ایک قصہ ہے، کسی ایک بزرگ نے سنایا کہ ایک خانقاہ میں کچھ لوگ، کچھ مجاہد لوگ پہنچ گئے - انہوں نے وہاں جہاد کا وعظ کہا جیسا کہ ہمارے تبلیغی جماعت کے لوگ آتے ہیں - وہ تو چلوں کی دعوت دیتے ہیں - گھر بار چھوڑ کر اللہ کے راستے میں نکلنے کی دعوت دیتے ہیں - وہ اللہ کے بندے جہاد کر کے آرہے تھے - کہیں جہاد کو جا رہے تھے - وہ ایک خانقاہ میں رات گذارنے کے لئے - آرام کرنے کے لئے ٹھہر گئے - انھوں نے وہاں جہاد کی ترغیب دی اور نہ دیتے جب بھی اُن کی صورت بیان کرتی تھی - صورت خود سوال تھی - جو ان کو دیکھتا خود سمجھ جاتا کہ اُن کے کپڑوں پر میدان جنگ کی گرد تھی - ان کے چہرے اُن کے بال بکھرے ہوئے اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کتنے دنوں سے غسل نہیں کیا - سر سے کفن باندھے ہوتے تو منظر ہی اُن کا بتلاتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں - تو وہاں ایک بزرگ رہتے تھے - اُن بزرگ کے دل میں بھی بڑا جذبہ پیدا ہوا کہ یہی یہ سب سے بڑی اور سب سے افضل عبادت ہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور شہید کے فضائل حدیث میں اس اس طرح آئے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربھم ۔
جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں اُن کو کبھی مردہ نہ کہنا وہ زندہ ہیں ۔ بل احیاء عند ربھم وہ اللہ کے یہاں زندہ ہیں اور اُن کو وہاں اللہ تعالےٰ اُن کے لئے مناسب رزق عطا فرماتا ہے ــــ یرزقون ــــ تو انہوں نے کہا کہ کبھی اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ۔ اتنے دنوں تک ہم چکی چلاتے رہے اور پیستے رہے اور اب بھی وہ موٹا کا موٹا ۔ بس اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں ۔ ایک منٹ میں وہ ترقی ہوتی ہے ۔ مجاہد کو اور شہید کو کہ جو چالیس برس کی عبادت میں کسی کو نہیں ہو سکتی ۔ بس تو اللہ کی راہ میں سر کٹائیں گے اور انہیں کے ساتھ نکل جائیں گے ۔ یہ اُن کے دل میں خیال آیا مگر تھے وہ عارف اور اپنے نفس کو پہچاننے والے ۔ انہوں نے تنہائی میں بیٹھ کر اپنے نفس سے مکالمہ شروع کیا انہوں نے کہا کہ میرے نفس میرا تیرا ساتھ تو ستر برس کا ساتھ ہے ۔ میں تجھے پہچانتا ہوں تو مجھے پہچانتا ہے ۔ آج مجھے بڑا تعجب ہوا کہ تیرے اندر یہ جذبہ کیسے پیدا ہوا ۔ یہ اللہ کے راستے میں سر کٹانے کا جذبہ کیسے پیدا ہوا ۔ تو تو کھانے کا شوقین ، تو تو جاہ پسند تو تو خوشامد سے خوش ہو، تعریف سے خوش ہو، آرام طلب ، چاہتا ہے کہ اچھا کھانے کو ملے اور اچھا اوڑھنے کو ملے اور نرم بستر ملے یہ بتا ـــــ آخر اس میں کیا گُر ہے کیا راز ہے تو آج بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نفس ہی نہیں ہے ۔ میرا آج وہ راہ خدا میں سر کٹانے اور جان دے دینے کا تیرے میں اتنا جذبہ کیوں پیدا ہوا ۔ اُس نے کہا اب یہ باتیں اُن کے مابین ہو رہی ہیں ۔ گویا دل ہی دل میں یہ باتیں ہو رہی ہیں ۔ وہ جانیں اُن کا نفس جانے ۔ کوئی تیسرا سننے والا نہیں ہوتا کبھی کبھی ؎

میاں عاشق و معشوق رمزیست ۔۔۔ کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

تو ان کا نفس ، انہوں نے اپنے نفس کو گویا زبان دے دی اُس کو گویا بنا یا اور باتیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہونے لگیں کہ آخر میں نے [illegible] ہے میں بھی تو کچھ ایسا جاہل نہیں ہوں۔ آپ نے پڑھایا۔ میں نے منتخب قرآن و حدیث پڑھی۔ کیا شہید کے فضائل نہیں آتے۔ کیا مجاہدوں کے فضائل نہیں آتے۔ انہوں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے مگر پہلے تو کوئی جذبہ ایسا نہیں تھا کہنے لگا یہ تو خدا کی دین ہے۔ جھونکہ چلتا ہے خدا کی طرف سے ایک رحمت کا۔ ایک رحمت کا جھونکہ چلا۔ آخر میں مسلمان تو ہوں کافر تو نہیں ہو گیا ہوں۔ آپ مجھ سے اتنے بدگمان کیوں ہیں۔ آخر میں مسلمان ہی کا تو نفس ہوں۔ نفس امارہ سہی۔ لیکن ہوں تو مسلمان کا نفس۔ آخر مسلمان ہوں۔ کلمہ میں نے پڑھا ہے۔ میرے دل میں ایمان کی چنگاری روشن ہو گئی۔ اس نے کہا میری سمجھ میں نہیں آیا۔ . . میں تجھ سے ایسا گمان رکھتا سچ سچ بتادے کہ آخر کیا راز ہے۔ پہلے تو اُس نفس نے بڑی وکالت کی اپنی اب چاہا کہ یہ قصہ ختم ہو۔ انہوں نے سوال جواب شروع کیا۔ جب کسی طرح اُس نے نہیں چھوڑا تو اُس نے کہا کہ صاحب آپ نے مجھے عاجز کر دیا لاجواب کر دیا۔ یہ روز روز سر کٹانا مجھ سے نہیں ہوتا آپ یہ روز روز آرہ میرے سر پر چلاتے ہیں۔ یہ شریعت کا حکم وہ شریعت کا حکم یہ حلال وہ حرام اور یہ کفر اور یہ ایمان اور یہ مت کھا وہ مت کھا۔ یہ مجھ سے نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ ایک ہی مرتبہ سر کٹا دوں، جان دیدوں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تیرا چور پکڑ لیا تو سہولت پسند ہے۔ میں جانتا ہوں۔

بھائی یہ حال سب مجاہدوں کا نہیں۔ یہ مسجد جن مجاہدوں نے تعمیر کی اور جن سے یہ محلہ آباد ہو گیا تھا وہ اس طرح کے مجاہد نہیں تھے مگر وہ بزرگ انہوں نے اپنے نفس کو شبہ کی نگاہ سے دیکھا اور اس سے کہلوا لیا، اقرار کرا لیا کہ بھئی یہ ہمارا پکا نفس ہے کہ شریعت پہ عمل کرنا نقصان برداشت کرنا اور ادنیٰ درجے کا خطرہ مول لینا۔ یہ ہمارے لئے مشکل ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بہت سے بھائی ایسے ہیں کہ اگر موقع پڑ جائے تو یہ کہنے کو تیار ہیں کہ کبھی مسلمانو! اسلام وغیرہ کو کچھ نہیں جانتے۔ ہمیں تو آپ مسلمان ہی نہ سمجھئے۔ ہمیں تو یہ جو موقع مل رہا ہے یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ ہمیں یہ فائدہ حاصل ہونے دیجئے۔ کتنے لوگ ہیں جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں اپنی صورت بدل دی۔ اچھے خاصے مسلمان۔ اُن سے کہا گیا کہ صاحب آپ تو ڈاڑھی رکھتے تھے۔ کہنے لگے۔ یہ ڈاڑھی رکھنے کا زمانہ نہیں ہے۔ ہمیں ریلوں پر سفر کرنا پڑتا ہے۔ موٹر پر سفر کرنا پڑتا ہے۔ دفتر جانا پڑتا ہے۔ کہاں کہاں روز روز خطرہ مول لیں اور کتنے آدمی ہیں جنہوں نے ڈاڑھیاں اور لباس بدل لئے۔ وہ ایسا لباس جیسے ہندو مسلمان سب پہنتے ہیں وہ انہوں نے اختیار کر لیا اور اب اس کے مقابلہ میں ایمان کا مظاہرہ کیجئے۔ ایک بلوچی سردار تھے۔ وہ اُدھر بلوچستان کی طرف قلات کے۔ غالباً نام مجھے اس وقت یاد نہیں وہ ایک مرتبہ سکھوں سے اُن کی جنگ ہوئی۔ بڑے بڑے بال ہوتے تھے۔ بلوچستان کے لوگوں کے سر کے بھی بال اور ڈاڑھی کے بھی بال۔ تو اُن میں اور سکھوں میں زیادہ فرق نہیں ہوتا تھا۔ وہ جو سردار تھے اُن کے امیر تھے۔ بادشاہ تھے گویا۔ وہ زخمی ہوئے اور زخمی ہو کر نیچے زمین پر گر پڑے تو بس اتنا ہی تھا کہ کوئی سپاہی کوئی آدمی غنیم کے لشکر کا کوئی سپاہی پاس سے گذرے۔ اُن کے سر کاٹ دے۔ جونہی زخمی پڑے ہوئے تھے۔ دو سکھ پاس سے گزرے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ دیکھو پڑا ہوا ہے۔ اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ اس نے کہا یہ سادہ پرا ہے۔ پنجابی زبان میں اُس سے کہا کہ سادہ پرا ہے۔ یہ تو ہمارا بھائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہاں یہ ہمارا بھائی معلوم ہوتا ہے اور سکھ معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ بچ گئے۔ جب وہ میدان جنگ سے آئے تو انہوں نے حکم دیا کہ میرے بال بھی کٹوا دیئے جائیں۔ میری قوم کے بال بھی کٹوا دیئے جائیں۔ ان منحوس بالوں نے ہم کو شہادت سے محروم رکھا اور ہم پر سکھ ہونے کا شبہ ہوا۔ ایمان کی غیرت تو یہ ہے کہ آدمی

www.abulhasanalinadwi.org

اگر اس کی وجہ سے پڑے [illegible] نہیں پڑتا اور اسکو الاونس

ملتا ہے غیر مسلم ہونے کا [illegible] میں وہ الاؤنس منظور نہیں جو غیر مسلم

ہونے پر ملے یعنی ہمارا ایمان ایسا ہو گیا کہ وہ کسی کو نظر نہیں آتا — ہمارا ایمان تو ایسا

ہونا چاہیے کہ ڈنکے کی چوٹ، وہ ایمان ہوا اور بھائیو ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے کا

زمانہ اور اس کی لذت تو اسی زمانہ میں ہوتی ہے جب اس پر انعام نہ ملتا ہو۔ جب اس پر

کچھ گرفت ہوتی ہو، جب اس کے لیے نقصان اٹھانا پڑتا ہو، جب اس کے لیے

خطرہ مول لینا پڑتا ہو، جب یہاں ریاست تھی، جب یہاں مسلمانوں کی (ریاست)

حکومت تھی۔ اس وقت ان لوگوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا — جو اسلام —

پر — قائم رہے جنہوں نے مسجد کو پکڑا اور پھر کبھی نہیں چھوڑا۔ جنہوں نے شریعت

پر عمل کیا، جنھوں نے اپنی صورت مسلمانوں کی سی بنائی، جنہوں نے اپنے بچوں کو

اسلامی تعلیم دلائی۔ سبحان اللہ ان کو بھی اجر دے اور ان کے عمل قبول کرے مگر یہ کوئی

بہت بڑا کارنامہ نہیں تھا کارنامہ تو اب ہے کہ آج جبکہ اسلام پر کوئی انعام نہیں مل رہا

ہے اور افسوس ہے کہ بہت سے اسلامی ملکوں میں بھی نہیں مل رہا۔ میں اس ملک کی

شکایت نہیں کرتا۔ میں تو خدا لگتی کہتا ہوں۔ صاف صاف کہ آج وہ زمانہ آگیا ہے

کہ اسلام پر کوئی انعام دینے کے لئے تیار نہیں۔ آج اسلام اپنے ملک میں پردیسی

ہے۔ اپنے وطن میں پردیسی ہے آج اسلام پر، کسی کی عزت ہو، مسلمانوں کی صورت بنانے

مسلمانوں کے سے اعمال، اخلاق اختیار کرنے سے۔ اس کو سرفرازی حاصل ہو اور

اس کو سر پر بٹھایا جائے۔ آنکھوں میں جگہ دی جائے۔ آج دنیا کے کسی حصہ

میں نہیں ہو رہا ہے — افسوس — اور اسی کو پیدا کرنے کے لئے مجاہدین

کے قافلے نکلے تھے کہ حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ

وہ فضا دنیا میں پیدا ہو۔ کشمکش نہ رہے۔ کسی کو فیصلہ کرنے میں تردد نہ ہو

www.abulhasanalinadwi.org

کہ ہم کونسا راستہ اختیار کریں۔ ویکون الدین کلہ للہ کہ سرتا سر عبادت اطاعت اللہ ہی اللہ کی ہو۔

لیکن آج دنیا کا نقشہ یہ نہیں ہے۔ آج مصر میں جائیے گا تو آپ کو اسلامی صورت پر کوئی گلے نہیں لگائے گا۔ چاہیئے یہی تھا۔ بڑے افسوس کی بات ہے لیکن کوئی یہودی سمجھتا ہے کوئی کچھ اور سمجھتا ہے۔ آج بداء الاسلام غریبا وسیعود غریبا فطوبی للغرباء۔ مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ آج تیسرا سال ہے کہ میں کابل گیا تھا اور آپ کی ریاست کا کابل سے، افغانستان سے، صوبہ سرحد سے بڑا رشتہ ہے۔ بڑا رشتہ رہا ہے۔ یہ لوگ جنھوں نے یہاں سلطنت قائم کی۔ اسی طرف کے آئے ہوئے تھے۔ مجھے کابل جانے کا بڑا شوق تھا۔ ہمارے اساتذہ مولانا حیدر حسن خانصاحبؒ اور ان کے سارے خاندان کے لوگ اُدھر ہی کے تھے اور پھر ہم نے اس کے علاوہ بہت سے علماء کا حال میر زاہد اور اُن کے والد سب کے نام سے۔ اُن کی کتابوں کی دھوم ساری دنیا میں مچی ہوئی تھی۔ اور ان کا درس۔ کابل جانے کا بہت شوق تھا۔ کابل گئے تو بڑا افسوس ہوا دیکھ کر۔ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ اسلامی شہر ہے۔ پس وہ دیہات سے جو لوگ آتے تھے کہیں پاکی خانقاہ میں۔ بس مسلمان جو لوگ ہوتے تھے بس اُن کو دیکھ کر دل خوش ہوتا تھا۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ باقی سب انگریزی فیشن اور بالکل زمانہ بدل گیا۔

توجمعہ کا دن ہوگیا۔ اتفاق سے۔ پس جمعہ ہمیں وہاں — ایک جامع مسجد ہے۔ شہر کی مرکزی مسجد۔ وہاں ہمیں نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ وہاں لوگوں نے، ہم حکومت کے مہمان تھے۔ ہمیں موقعے دیئے جاتے تھے خطاب کرنے، تقریر کرنے کے، تقریر کرنے کے۔ وہاں مسجد میں تقریر ہو رہی ہے۔ دار العلوم میں تقریر ہو رہی ہے تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ آج یہاں وعظ ہو جائے — تو میں نے یہی حدیث

www.abulhasanalinadwi.org

پڑھی کہ ــــ بدءالاسلام غریبا وسیعود غریبا فطوبیٰ للغرباء
اسلام، اس حالت میں اسلام کا آغاز ہوا اور پھر وہ پردیسی بن جائے فطوبیٰ للغرباء۔ تو جو لوگ پردیسی نظر آتے ہیں، مسلمان ہو کر، خدا اُن کو مبارک کرے۔
تو میں جب اُس کی تشریح کرنے لگا کہ اسلام اپنے وطن میں کیسا اس وقت پردیسی بن گیا ہے ــــ تو میں نے اس سے پہلے کسی کو حال آتے نہیں دیکھا تھا۔ ایک خدا کا بندہ تھا، اُس کو حال آگیا۔ اور اُس نے نعرہ لگایا مجلس میں کہیں دُور وہ تھا۔ وہاں اُس نے نعرہ لگایا الا اللہ یا کچھ کہکر۔ اُس کو حال آگیا۔ اسکے دل پر ایک چوٹ پڑی۔ کہ یہ مُلک کیا تھا اور یہاں اسلام اتنا سربلند تھا یہاں پر کوئی خلاف شرع کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں پر کوئی دین کا استہزار نہیں کر سکتا تھا ــــ آج وہاں کی کیا حالت ہے۔ تو اس کی تو امید نہ کیجئے کہ اب اسلام پر کسی اسلامی مُلک میں انعام پائیں گے ــــ اور ہمارے مُلک میں تو اب بھی خدا کے فضل سے بہت کچھ دینداری ہے۔ صورتیں یہاں مسلمانوں کی نظر آتی ہیں۔ مسجدیں اس قدر بھری ہوتی ہیں اور دین کا درس ہو رہا ہے بخاری اور مسلم اور ترمذی، ابوداؤد لفظ بلفظ پڑھائی جا رہی ہیں۔ ہمارے مدرسوں میں یہاں بھی پڑھانے کی تیاری ہے اور ابھی جے پور میں کل وہاں جامعہ ھدایت کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو اللہ کا فضل ابھی اس مُلک پر ہے لیکن جب یہاں ریاست تھی اور اس سے پہلے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ سارے ہندوستان میں۔ اس وقت بھی دین پر عمل کرتے تھے۔ سینہ تان کر کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں اور فخر کرتے تھے اور ایک ایک شوشے اور ایک ایک نقطے پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے ــــ بھائی وہ لوگ زیادہ قابلِ داد نہیں۔ قابلِ داد وہ لوگ ہیں کہ جب اسلام کا نام لینے سے اُنہیں کوئی انعام

www.abulhasanalinadwi.org

نہ ملتا ہو، بلکہ اس کے لئے کسی قدر ہمت کی ضرورت ہے کسی قدر سوچنے اور فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت جو لوگ عمل کریں گے۔ وہ ہیں قابل داد۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے۔ من احیا سنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید ۔ جو عام بگاڑ کے زمانہ میں۔ میرے طریقے کو، میں جس زندگی کو لے کر آیا۔ میں جس پیام کو لے کر آیا۔ سنتی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک سنت۔ نہیں جو اس زمانہ میں میری سنت اور میرے طریقے کو۔ میرے دین کو جو زندہ کرے گا اُسے ایک سو شہیدوں کا اجر ملے گا ——— اور ایک مرتبہ آپ نے فرمایا۔ میرے بھائی، یا میں اپنے بھائیوں کو دیکھ کر۔ کچھ ایسی بات فرمائی صحابہ کرام نے کہا کہ یا رسول اللہ، کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ کہا۔ تم تو ہو۔ لیکن میرے بھائی وہ ہیں جو تمہارے بعد آنے والے ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں اور اس کے باوجود وہ اس پر اس طرح عمل کریں گے، دین و شریعت جیسے کہ تم عمل کرتے ہو۔

بھائیو! یہ تو حکومتوں کا آنا جانا۔ یہ تو ایک قانون خداوندی ہے۔ اُس کے اسباب ہیں۔ اور یہ مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے۔ نہ کہیں حکومت ہمیشہ رہی اور نہ کبھی رہے گی۔ لیکن دین ابدی ہے اور ہمیشہ قیامت تک رہے گا اور مزہ جبھی ہے کہ جب، اُس پر اُس وقت عمل کیجئے جب اس پر عمل کرنے سے تعریف نہ ہوتی ہوتی ہو، انعام نہ ملتا ہو۔ کوئی پیٹھ نہ ٹھوکتا ہو ——— ایک بزرگ نے بیان کیا۔ میں نے بڑا سبق سیکھا۔ ایک مرتبہ میں ایک تعلقدار کے یہاں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک رئیس تھے مالوہ کی طرف کے۔ تو مالوہ کی طرف کوئی بزرگ تھے بھوپال کے۔ انہوں نے سنایا۔ فرمایا کہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو ایک تعلقدار صاحب، ایک صاحب کو بڑی محبت پیار سے کہنے لگے، حضرت یہ ہمارے بڑے وفادار ہیں۔ جب ہمارا علاقہ نکل گیا تھا۔ قرق ہو گیا تھا۔ یا کورٹ آف وارڈ میں چلا گیا تھا۔ اس وقت

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے ساتھ دیا۔ سب لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت انہوں نے ساتھ دیا۔ انہوں نے کہا انکیسری [illegible] نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں یہی چیز ہے جو آدمی کے دل میں گھر کرنے والی ہے اور عزت دلانے والی ہے کہ جب وہ علاقہ تھا، اور دسترخوان وسیع اور شاہانہ دسترخوان اور خاصہ چنا جاتا تھا۔ اور جبکہ اگر حضور سرکار کسی کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیں تو اس کو لوگ سر پر بٹھاتے تھے اور جھک جھک کر سلام کرتے تھے کہ آج نواب صاحب کی آپ پر نظر پڑی اور آپ کا اقبال بلند ہوا ــــ اس وقت اگر لوگ ان نواب صاحب کے پاس جاتے تھے نواب صاحب پر پنکھا جھلتے تھے اور نواب صاحب کی جوتیاں سیدھی کرتے تھے نواب صاحب کے کہنے پر بینگن کی تعریف کرتے تھے۔ اور کبھی مذمت کرتے تھے تو کوئی کمال کی بات نہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جب علاقہ نکل گیا اور کورٹ ہوگیا اور جب کوئی بات نہیں پوچھتا تھا۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جب علاقہ نکل گیا اور کورٹ ہوگیا اور جب کوئی بات نہیں پوچھتا تھا۔ اور جب لنگوٹی بندھ گئی اُن کے۔ تو اس وقت یہ اللہ کا بندہ شریف۔ یہ اس نے اس کے دروازہ اور اس کی چوکھٹ کو چھوڑا نہیں۔ بھائی اسلام کی چوکھٹ کو پکڑنے کا وقت وہی ہے کہ جب اسلام کی چوکھٹ پر سلطنت نہ ملتی ہو، عہدے نہ ملتے ہوں۔ عزت نہ ملتی ہو۔ یہ ہے صحیح اسلام۔ جب آتا ہوا دھارا ہو تو بھئی، بہتے ہوئے دھارے کو ہر ایک پیرتا ہے اور ہر ایک چھوڑ دیتا ہے لیکن دھارے کے خلاف پیرنا۔ یہ ہے مردانگی کی بات۔ اور یہی صحابہ کرام کو تعلیم دی گئی ہے کہ الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ــــ جب دولت بھری ہوتی ہے۔ اس وقت بھی خرچ کرتے ہیں۔ خوشی خوشی اور جب کچھ نہ ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا ویتیما واسیرا ———
ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ———

جب کہ گھر میں خود کھانے کو نہ ہو ——— جیساکہ حضرت ابوطلحہ انصاری کا قصہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان آیا اور فرمایا کہ ان مہمان کو کوئی لے جا سکتا ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے کہا کہ میں حاضر ہوں خدمت کے لئے۔ گھر میں جاکر بیوی صاحبہ سے پوچھا کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ انھوں نے کہا بچوں کے لئے کچھ تھوڑا سا رکھا ہوا تھا اور کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ کے مہمانوں کو لے کر آیا ہوں، وہ مقدم ہیں۔ بچوں کو سلادو۔ بچوں کو لوری و وری سنا کر تھپ تھپا کر جاکر سلادو۔ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مہمان زیادہ مستحق ہیں اور دیکھو چراغ لاکر رکھنا اور لاکر کھانا رکھنا۔ پھر چراغ کو درست کرنے کے ارادے سے اور دکھا کر اُسے درست کرتے ہیں بتّی درست کر رہے ہیں بجھادیں اورا ندھیرا ہو جائے گا اور اس کے بعد سمجھ لیں گے چنانچہ کھانا لاکر رکھا گیا۔ دو چار مہمان جو بیٹھے، وہ تھوڑا سا کھانا رکھ دیا گیا۔ پورا دیکھنے بھی نہ پائے تھے کہ چراغ گُل ہو گیا۔ کہا بسم اللہ اور ہاتھ لے جاتے ہیں اور منہ تک لاتے ہیں اور کچھ نہیں کھاتے ہیں۔ بچے الگ سو گئے۔ بیوی الگ فاقے سے، اور اُن کا ہاتھ بھی شاید گیلا ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ منہ تک کیا اُن کا لقمہ پہنچتا۔ اور اسی حالت میں مہمانوں کا پیٹ بھر گیا۔ اور خود منہ پھیر کر وہ سو گئے اور انہوں نے رات گزار دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کو سند دی سات آسمانوں کے اوپر سے اور آیت نازل فرمائی۔ ولیؤثرون علیٰ انفسہم ولوکان بہم خصاصہ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون اور رسول اللہ نے بشارت دی اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوطلحہؓ انصاری کا یہ کارنامہ قیامت تک کے لئے روشن اور محفوظ کر دیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

میر [illegible] ہی تو سمجھتے تھے ۔

کوئی کفر کی بات یہاں کہہ نہیں سکتا تھا، کوئی اسلام کا مذاق یہاں اڑا نہیں سکتا تھا۔ دینی تعلیم کا انتظام تھا۔ بچوں کا مستقبل یہاں محفوظ تھا۔ اور آپ کی ہی ریاست تھی۔ آپ ہی کی حکومت تھی۔ اس وقت ان لوگوں نے اسلام کے تقاضے پورے کئے۔ شریعت پر عمل کیا اور شریعت کی جو یہاں عدالت تھی اور محکمہ تھا۔ اس میں فیصلے دیئے جاتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ وہ لوگ بھی، اللہ کے یہاں اُن کا بھی بڑا درجہ ہے۔ لیکن یہ بہت بڑا کوئی مردانگی کا کام نہیں۔ اس وقت ہاں اگر کسی نے اس وقت اُس حالت نقصان اسکا کر بھی جانا تو وہ بے شک شاباشی کا مستحق ہے لیکن آپ میں ———— شاباشی کے مستحق ہیں۔ آپ لوگ کہ آپ دین کے تقاضے پر عمل کریں۔ اور آپ سمجھیں کہ ریاست تو گئی لیکن خدا تو ہے اور پھر آپ ہر حال میں راضی ہوں۔ اور وہ ایک واقعہ مجھے یاد آیا پھر۔ کہ ایک بزرگ تھے۔ وہ اپنے مُریدوں کے ساتھ وہاں میدان عرفات میں گئے۔ میدان عرفات میں لبیک کی صدائیں بلند ہوتی ہیں ـــ لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک۔ ان الحمد والنعمۃ لک والملک۔ لاشریک لک۔ اور کچھ تھوڑے عرصہ بعد انشاء اللہ اس سال بھی صدائیں بلند ہوں گی۔ نہ معلوم کتنے ہی اس مجمع میں خوش نصیب ہونگے جو شاید وہ بھی، وہاں اللہ ان کو پہنچا دے۔[1] تو وہ بزرگ جو تھے۔ انہوں نے بھی

---

[1] مولانا کے اس جملے پر مجھے بھی اپنی خوش نصیبی کا واقعہ یاد آکر عبرت ہوتی ہے کہ مولانا ۱۸/اکتوبر ۱۹۷۰ء کو یہ تقریر فرما رہے تھے اور اُس وقت میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اسقدر جلد حاضری کے اسباب پیدا کردیگا۔ یکم دسمبر ۱۹۷۰ء کو مجھے اطلاع ملی کہ ٹونک کی رباطوں کے سلسلہ میں مجھے بھی اس سال حرمین شریفین میں حاضری دینا ہے۔ ۷/نومبر ۱۹۷۰ء میں ٹونک سے بمبئی کے لئے روانہ ہوگیا اور وہیں مولانا سے ملاقات ہوئی جبکہ آپ بھی ہوائی جہاز سے حج کے سلسلے میں عرب روانہ ہو رہے تھے۔ ذلک فضل اللہ

www.abulhasanalinadwi.org

کہا کہ، لبیک اللھم لبیک۔ اُن کے مُریدوں نے بھی کہا۔ لبیک اللھم لبیک۔ تھوڑی دیر کے بعد مریدوں کے چہروں پر ہوائی سی اُڑنے لگی اور اُن کا چہرہ فق ہونے لگا۔ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے بھی لبیک کہی۔ حضرت نے بھی لبیک کہی۔ انہوں نے بھی لبیک کہی۔ اس کے بعد پھر اُن کے مریدوں کے چہروں پر سناٹا تھا۔ ان کے چہرہ پر۔۔۔ انہوں نے آخر میں، اُن میں سے ایک نے ہمت کر کے کہا کہ حضرت کہنے والی بات تو نہیں ہے۔ زبان ساتھ نہیں دیتی۔ لیکن کیا کہا جائے کہ بغیر کہے بھی نہیں رہا جا سکتا۔ کیا حضرت نے بھی سنا اس طرح کی کوئی آواز کان میں آئی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہو تم نے کیا سنا کیا آواز آئی کان میں۔ کہنے لگے، حضرت زبان پر نہیں آتی وہ بات۔ زبان جل جائے۔ بالکل زبان ساتھ نہیں دیتی۔ کہا۔ نہیں نہیں، کوئی گھبرانے کی نہیں۔ جو آواز تمہارے کان میں آئی ہے وہ تو کہو۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ کر کہا، ڈرتے ڈرتے۔ کہ حضرت ہم نے تو کچھ ایسا سنا۔ معلوم نہیں ہمارے کانوں کی خرابی ہے۔ کیا ہے مگر ایک مرتبہ تو، ایک مرتبہ، دو مرتبہ، کئی مرتبہ سنا کہ جب ہم لبیک کہتے ہیں تو وہاں سے جواب آتا ہے کہ ہاں لبیک لبیک۔ ہمیں تمہاری لبیک منظور ہے۔ لیکن حضرت کی زبان سے، کس منہ سے کہیں، کہ جب حضرت لبیک فرماتے ہیں تو وہاں سے آواز آتی ہے۔ غیب سے، لا لبیک ولا سعدیک۔ تمہاری لبیک ہمیں منظور نہیں۔ بس حضرت پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہمیں کیا ہوا ہے کہ شیطان ہمارے کان میں آواز ڈالتا ہے یا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم نے سن لیا ہوتا۔ اُنہوں نے کہا کہ میرے عزیزو۔ تم نے آج سنا ہے۔ میں اتنے برس سے، سات برس سے یا کتنے برس سے سُن رہا ہوں۔ مگر تم یہ بتاؤ کہ اس در کے سوا اور کون سا در ہے جہاں میں جاؤں۔ وہ ستر مرتبہ بھی کہے کہ تمہاری لبیک ہمیں منظور نہیں تو میں یہی کہوں گا۔ لبیک لبیک،

www.abulhasanalinadwi.org

[illegible] چھوڑ دوں گا، چھوڑ کر
مرجاؤں گا۔ اور یہی لبیک کہتا رہوں گا اور سنتا رہوں گا کہ لا لبیک۔ میں کہتا رہوں گا۔

بس صاحب یہ کہنا تھا، معلوم نہیں کس دل سے کہا تھا۔ اب جو لبیک کہی تو وہاں سے آواز آئی منظور ہے تو بھائی ہم مسلمانوں کا معاملہ بھی یہی ہے کہ خدا تو ہم سے راضی ہو۔ اس کی فکر لیکن ہم بھی خدا سے راضی ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں آتا ہے، رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اللہ اُن سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔ ہمیں تو یہ کھٹکا ہے کہ خدا ہم سے راضی ہے یا نہیں اور راضی ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہمیں کھلا رہا ہے، پلا رہا ہے۔ گناہوں کو معاف کر رہا ہے۔ زمیں ہمیں نگل جاتی۔ آسمان پھٹ پڑتا۔ ورنہ ہمارے اعمال کیسے ہیں۔ مگر ہمیں اس میں شبہ ہے کہ تم بھی راضی ہو کہ نہیں۔ تم بھی راضی ہو خدا سے کہ نہیں۔ اس کا یقین نہیں دل میں۔ صاحب کیا زمانہ ہے۔ یہ تو اسلام پر قائم رہنا تو بڑا ہی مشکل ہو گیا کہاں بچوں کی تعلیم دی جائے۔ کیا اردو پڑھائی جائے۔ کیا دینیات کی تعلیم دی جائے نوکریوں کے دروازے بند۔ ملازمت کے دروازے بند۔ جہاں جایئے وہ کہتے ہیں۔ نہیں ہمیں اردو نہیں چاہیے۔ [illegible] خراب ہوتا ہے۔ وہ ترقی نہیں کر [illegible] بھائیوں یہی اسلام کی قیمت تھی۔ ذرا سا اگر کوئی خطرہ آیا۔ ذرا سا نقصان اگر برداشت کرنا پڑتا تو ہم کہنے لگے کہ اسلام پر کیسے قائم رہ سکتے ہیں۔ سر کا مطالبہ نہیں۔ جان کا مطالبہ نہیں۔ مطالبہ صرف اتنا ہے کہ تھوڑا سا برداشت کرو۔ تم اس ملک کے رہنے والے ہو۔ تمہیں تو اس ملک میں رہنا ہے اور تم اس ملک کے آئین ساز ہو۔ تم اس ملک کے وفادار شہری ہو۔ تم اسی ملک کے بنانے والے ہو۔ تم اس ملک کو آزاد کرانے والے ہو۔ تم بطور ہر چیز میں شریک رہے ہو۔ تم شریک سلطنت ہو اور تم شریک حیات ہو۔ ہر چیز میں۔ تمہارے بغیر،

www.abulhasanalinadwi.org

تمہیں تو کوئی ۔ تمہاری شریعت سے انکار نہیں کر سکتا ۔ اور تم اتنی جلدی اپنا فیصلہ اپنی قسمت کا کر رہے ہو اور ہمت ہارے چلے جا رہے ہو ۔ کہ ذرا سا معلوم نہیں چار دن کے بعد حالات بدل جاتے ہیں[1] ۔ بہت حالات بدل گئے ۔ ہندو مسلم فسادات ہوتے تھے ۔ رُک گئے ۔ ایسے ہی اور حالات بدلیں گے لیکن تمہاری ہمت کی ضرورت ہے ۔ تمہیں یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمیں بہرحال اسلام پر قائم رہنا ہے ۔ دولت آتی ہے تو اسلام قائم رہتا ہے ۔ جاتی ہے تو اس پر قائم رہنا ہے بلکہ ہمارا تو یہ ہے کہ زندگی بھی خطرہ میں پڑے جب بھی ہمیں اسلام پر قائم رہنا ہے حالانکہ یہ ابھی موقع نہیں ہے ۔ میں نے جو آیت آپ کے سامنے پڑھی: من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ ۔ الخ

ارے بھائی جب یہاں ریاست تھی اور جب تم یہاں شریعت پر خود عمل کرتے تھے اور بڑے مجسم تم اسلام بنے ہوتے تھے ۔ اسلام کا پوسٹر بنے ہوئے تھے ۔ اس وقت تو کوئی بڑی ہمت و مردانگی کی بات نہیں تھی ۔ اس وقت اُنکی مردانگی کی بات نہیں تھی کہ جو اسلام کے خلاف مسلمان ہوتے تھے اور اسلام کے خلاف کرتے اور اُن کو شرع شریف کی طرف سے سزا ملتی ۔ اُن کو نواب صاحب بھی پسند نہ کرتے ۔ وہ بھی تو مسلمان تھے اور بڑے خوش اوقات تھے ۔

لیکن اب خود مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اُن سے کہا جاتا ہے کہ آپ جاکر اسکول میں اتنا کہہ دیجئے کہ میں نے اپنے دو بچے داخل کئے ہیں ۔ اُن کو بذریعہ اُردو تعلیم دلانا چاہتا ہوں ۔ یہ اُردو میڈیم سے پڑھیں گے اور ہیڈ ماسٹر صاحب یا پرنسپل صاحب کہتے ہیں کہ اگر اتنی تعداد پوری ہو جائے تو وہ اُستاد کا انتظام کریں گے اور اب تو یہ تعداد بہت گھٹا دی گئی ہے ۔ کسی زمانہ میں زیادہ تھی ۔ ہمیں اسلامیہ کالج کے پرنسپلوں

---

[1] یہ جملے اور مولانا کا یہ تبصرہ اُن کی دُور بینی اور پیش بینی اور سنت اللہ پر پورا عبور اور مطالعہ ہونے کی دلیل ہے کچھ مدت بعد ایسا ہی ہوا ۔

www.abulhasanalinadwi.org

نے بتایا اور ہمیں تبلیغی جماعت میں کام کرنے والوں نے بتایا کہ لوگوں نے کہا کہ آپ جاکر اتنا کہہ دیجئے کہ ہمارے بچوں کے لئے اردو تعلیم کا انتظام کر دیجئے۔ کہا۔ نا صاحب معاف رکھئے۔ اس لئے اردو، اردو کا قصہ معاف کیجئے۔ اب نمازی بھی بعض تو دیندار۔ اور ہم سے نہ کہلوائیے۔ ہمارے بچوں کا کیریکٹر خراب ہو جائے گا۔ یہ ہندی کے ذریعہ سے پڑھے تو زیادہ ترقی کرے گا۔ اردو جانے، نہ جانے اور وہاں پرنسپل اگر وہ غیر مسلم ہے تو اور مشکل۔ مسلمان پرنسپل اور ہیڈ ماسٹر ہمارے کئی عزیز، کئی اُستاد، پرنسپل ہیں۔ وہ اسلامیہ کالجوں کو چلا رہے ہیں۔ کہتے ہیں۔ اتنی ہمت نہیں مسلمانوں میں کہ یہ آکر کہہ دیں کہ صاحب ان بچوں کو ذریعہ تعلیم اردو ہوگا اور آپ ان کے لئے اُردو پڑھنے کا انتظام کر دیجئے۔ دیکھئے کہ اسلام کا معاملہ ہے کہ دُور کا ایک سایہ بھی آپ کو ڈرا دے اور آپ اندیشۂ دور دراز سے بھی آپ گھبرائیں کہ ممکن ہے، ایک امکان، اور وہ بھی حقیقت سا خفیف امکان۔ کہ ممکن ہے اس سے کیریکٹر پر کوئی اثر پڑے ـــــ پھر آپ نے کیا قیمت دی اللہ کے دین کی۔ آپ نے اپنے دل میں قرار دی اور اس کو کتنا قیمتی آپ نے سمجھا۔ آپ تو اپنے بچے کے مستقبل کو دس فیصدی خطرہ اُس کے لئے مول لینے کے لئے پانچ فیصدی تیار نہیں۔ پھر ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بڑے سچے مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون۔ صاف صاف مولوی صاحب بتائیے۔ قرآن مجید میں نہیں لکھا ہوا ہے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون۔ پست نہ پڑنا۔ تم غم نہ کھانا۔ تم ہی سربلند ہو اور انھوں نے کہا لا تقربوا الصلوٰۃ۔ آپ قرآن مجید میں پڑھتے ہیں تو آگے پڑھئے ان کنتم مومنین ہمت نہ ہارو پست نہ ہو اور حوصلہ نہ چھوڑو تم ہی سربلند رہنے والے ہو۔ اگر تم مومن ہو۔ ہم مومن بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عزت

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی ہے۔ مسلمانوں کی عزت نہیں۔ العزہ للہ ورسولہ وللمومنین صفت کے ساتھ نام کے ساتھ نہیں۔ زید، بکر، عمر کے لئے نہیں۔ وعدہ صاف فرماتا ہے جن لوگوں میں ایمان پایا جاوے گا۔ اخلاق پائے جائیں گے اسلامی۔ اسلامی جوہر پایا جائے گا اور وہ جن کو اپنا اسلام عزیز ہوگا اپنا دین عزیز ہوگا اُن لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے یہاں کا فیصلہ ہے۔

بھائیو! میں صرف آپ کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ہی بات ہے کہ اب یہ زمانہ میں تھوڑا سا فرق آگیا ہے اور یہ ایک دور نیا دور شروع ہوگیا ہے۔ اب جمہوریت کا ایک عام ہندوستان میں۔ ہندوستان آزاد ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ کو اپنے اسلام پر قائم رہنے کی ضرورت ہے۔ اور اپنے ذاتی جو آپ کے نقصان ہیں۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے جو صریح احکام ہیں۔ قرآن حدیث میں۔ ترکہ شریعت کے مطابق تقسیم کرو اور اپنے نفس کے خلاف اگر کوئی بات ہو ہم غلطی پر ہوں تو اُس کو مان لو۔ اور اگر کوئی آپ کا بھائی حق پر ہو، اُس کو اگر کوئی فائدہ ہوتا ہو۔ اور اُس کو کوئی حصہ مل رہا ہو۔ تمہاری جائداد میں تو ملنے دو۔ یہ چیزیں جو ہیں۔ اور اگر تم فلاں گھر، فلاں زمین، فلاں جائیداد تمہاری نہیں ہے شرعاً، تو محض اپنی ذہانت سے، پیسے سے، وکیل بنا کر لینے سے، زبردستی اس کو عدالت سے فیصلہ کروانا۔ اپنے حق میں جھوٹی سچی گواہیوں کے ذریعے اور جعلی کاغذات کے ذریعے اور بڑے بڑے لائق وکیلوں کو بڑا معقول دینے کے ذریعہ یہ کام نہ کرو۔ شریعت پر خود چلو۔ جتنا شریعت پر چل سکتے ہو۔ بغیر حکومت کی مدد کے، اور بغیر عدالت کی مدد کے۔ اس پر عمل کرو۔ اس پر ہم تیار نہیں، ہمارے گھروں کی زندگی اسلامی نہیں، ہمارے معاشرہ کی زندگی اسلامی نہیں۔ ہمارا اپنے گھر والوں کے ساتھ معاملہ ہمارے تعلقات اسلامی بنیاد پر نہیں۔ پھر ہم کیسے شکایت کرتے ہیں کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ، ہمارے پاس سے ریاست بھی نکل گئی، ہمارے پاس سے حکومت بھی نکل

www.abulhasanalinadwi.org

گئی۔ یہ بھی تو دیکھو ہمارے اسوقت اعمال کیا تھے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ کبھی حکومت کا امتحان۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فینظر کیف تعملون۔ وہ ہمیں جانشین بنائے گا۔ تو دیکھے گا۔ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ ہم سے بہت سی کوتاہیاں ہوئیں۔ ہم خود مانتے ہیں ہمیں کیسا اچھا استظام کرنا چاہیئے تھا۔ کیسا انصاف کرنا چاہیئے تھا۔ کیسا آرام پہنچانا چاہیئے تھا انسانیت کو۔ خلفاء راشدین کا کیا طرز عمل تھا کہ کم سے کم حصہ لینا، کم سے کم آرام اٹھانا۔ زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانا۔ وہ بات ہمارے حکام میں نہیں۔ اس ریاست میں نہیں، حیدر آباد سے لے کر اور چھوٹی سے چھوٹی ریاستوں تک اور سلطنت مغلیہ تک میں وہ بات نہیں تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر موقع دیا ہمیں مہلت ملی تھی۔ وہ مہلت ختم ہوگئی۔ پھر اگر ہمارے اعمال درست ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس ملک کی خدمت پھر ہم سے لے گا۔ یہ جو خدمت ہے۔ حکومت جو ہے وہ خدمت ہے ——— پس میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ الخ سورہ قیامہ کی آیتیں پڑھی گئی تھیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ انسان اپنے نفس کا خود محاسب خود اس کا اکاؤنٹنٹ ہے خود اس کا نگراں اور اس کا انسپکٹر ہے۔ وہ چاہے تو ہزار کرے۔ دوسروں کو چپ کر دے اپنی چرب زبانی سے لیکن خود سمجھتا ہے ——— کیا قصور ہو رہا ہے۔

ہم سب اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہمارے اعمال اسلام کے مطابق ہیں۔ کیا ہمارے اندر مسلمانوں کی سی ہمت ہے۔ ہم اسلام پر خوش و راضی ہیں کیا ہم اسلام کو نعمت سمجھتے ہیں۔ کیا ہم اسلام کو ہر قیمت پر قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اس کے لئے انگلی تک ہلانے کو تیار نہیں ——— مدرسہ قائم ہو تو ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ دینی تعلیم کا نظام قائم کیا تو ہمیں کیا، ہمیں دینی تعلیمی کانفرنس ہوتی

www.abulhasanalinadwi.org

تھی۔ ملیں آیا۔ اُس کے سلسلہ میں آیا تھا۔ آج سے بارہ چودہ برس پہلے ۔ اتفاق سے
مجھے وہ صاحب جو یہاں رکھے گئے تھے تنظیم کے لئے، مجھے مل گئے ابھی۔ رائے بریلی میں۔
~~ہمارے ابو صاحب ندوی~~ ... کہنے لگے۔ ٹونک کا ذکر آیا۔ وہ کہنے لگے کہ میں ٹونک سے
بہت واقف ہوں۔ ٹونک کی گلی گلی سے واقف ہوں۔ بہت رہا ہوں۔ اچھا بھئی تم کب
رہے تھے۔ یہ کہنے لگے کہ جب وہاں کانفرنس ہوئی تھی اور آپ گئے تھے وہاں۔
اُس کے بعد یوسف میاں نے مجھے بلایا تھا اور وہاں مجھے قائم کیا گیا کہ میں وہاں
مکاتب قائم کراؤں اور دیکھ بھال کروں اور اس کا ایک نظام قائم کروں۔
پھر کیا ہوا بالکل تعاون نہیں ملا۔ کسی کو دلچسپی نہیں تھی میں دو سال رہا میں ہی کرتا رہا۔
جو کچھ کرتا رہا۔ بھئی یہ مسلمانوں کا خیال، وہ کسی مسئلہ کے لئے انگلی ہلانے کیلئے تیار نہیں بس پکی پکائی روٹی مل جائے۔
جہاں اسلامی حکومتیں تھیں اور وہاں ۔ وہ جاتی رہیں۔ اور لوگوں کی عادت
نہیں تھی دینی کاموں میں صرف کرنے کے لئے ۔ وہاں کا حال یہ ہے کہ اب وہاں
سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ان اداروں کو کیسے قائم رکھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان
میں شروع سے ہمارے ادارے آزاد رہے ۔ دارالعلوم دیوبند۔ اُس نے کبھی انگریزوں سے
مدد نہیں لی۔ ندوہ ہے اُس نے ہمیشہ خودداری کا مظاہرہ کیا اور اپنے پاؤں پر
کھڑا رہا اور یہ کیسے کیسے ادارے چلتے رہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء آیا۔ وہ ادارے قائم
تھے۔ جو پہلے سے قائم تھے۔ اور اُس کے بعد جو ادارے قائم ہیں ۔ وہ ۱۹۴۷ء آیا اور اب بھی
قائم ہیں اور اگر انگریزوں کے دست نگر ہوتے تو ختم ہو چکے ہوتے۔
تو بھائی! خود اپنے دین کی ضروریات کی تکمیل اور دین کے شعبوں کا قیام اور ان کے
تکفل کی عادت ڈالئے —— ریاست تو ایک شامیانہ تھا جو ہمارے سروں کے اوپر سے
لپیٹ لیا گیا۔ اب ہم بے شامیانے کھڑے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دھوپ میں کھڑے ہیں
اور کوئی سایہ نہیں۔ تو سایہ اپنا خود پیدا کیجئے اور آپ کا سایہ آپ کے ساتھ رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہ آپ کا جذبۂ ایمانی ہے۔ وہ آپ کی قوتِ ایثار ہے۔ وہ آپ کے دین کی قدردانی ہے
آپ کی اسلام کے ساتھ وفاداری ہے۔ اور وہ آخرت کو ہر معاملہ میں پیش نظر رکھنے
کی عادت ہے جس کا اجر وہاں کیا ملے گا ـــــ بس میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔
میں سمجھتا ہوں۔ اور اب میں نہیں سمجھتا کہ اتنا بھی عرض کر سکوں گا ـــ لیکن اس
جگہ نے اتنا بھی ـــ اس کا یہ اثر تھا کہ میں اتنا بھی کہہ سکوں گا۔ دنوں کا تھکا ہوا ہوں،
کئی روز سے تقریر میں ہوں۔ یہ تو یہاں آکر خدا نے اتنا کہلوایا میں کہہ رہا ہوں۔ ورنہ میں تو
پڑھنے پڑھانے والا اور طالبِ علم آدمی ہوں بھائیو! یہی ہے کہ وہ زندگی اختیار کیجئے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کوئی تمغہ عطا
فرمائے ـــ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ۔ الی تبدیلا۔
سچے وفادار بندے۔ جب تک دم میں دم رہا اللہ کا دم بھرتے رہے اللہ
کے دین کا۔ اور جب اس دنیا سے رخصت ہوئے ـــ ولا تموتن الا وانتم
مسلمون۔ اس حالت میں کہ زبان پر کلمہ جاری ہے۔ دل میں نورِ ایمان ہے۔
پھر خدا کے سامنے۔ پس اُن کی کوشش کیجئے۔ کوئی فرق آپ کو معلوم نہیں
ہوگا کہ پہلے ریاست تھی۔ اب نہیں اور ہو سکتا ہے کہ ریاست کے جانے کے بعد
ان کی دینی حالت کہیں بہتر ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ تو آپ کے ارادے اور
اختیار سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ کے تعطل اور جمود سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ کے ارادوں
سے پیدا ہوگی۔ اُس میں استحکام ہوگا۔ اُس میں پائیداری ہوگی۔ اس میں گہرائی ہوگی
اس پر آپ مایوس نہ ہوں اللہ کی رحمت سے۔ دین کا شامیانہ، دینِ محمدی کا شامیانہ
اب بھی آپ کے سروں پر تنا ہوا ہے۔ ریاست کا شامیانہ بوسیدہ ہو گیا تھا اور
وہ پھٹ گیا تھا۔ یہ تو ہوتا رہا ہے دنیا میں بڑی بڑی شہنشاہیاں نہیں رہیں اور
وہ چھوٹی چھوٹی حکومتیں جو انگریزوں کے زیرِ سایہ قائم تھیں۔ وہ سایہ گیا۔ اس
سایہ کے نیچے جو چیزیں تھیں وہ بھی گئیں۔ اس سے آپ مایوس نہ ہوں۔ کوئی بڑا فرق

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں ہوا۔ اللہ کی وہ ذات صفات وہی، اللہ کا دین وہی، اس کا انعام وہی۔ بلکہ انعام بڑھ گیا۔ جب لوگوں کے قدم اکھڑ رہے ہوں کسی فوج کے۔ اس وقت جو سپاہی ڈٹ جاتے ہیں میدان میں اور مقابلہ کرتے ہیں وہ ان کو بڑے بڑے تمغے ملتے ہیں اور جس وقت فوج لڑ رہی ہو اور اس میں بہت سے بزدل مرجاتے ہیں۔

بھائیو! یہ وقت ہے جب قدم جمانے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا شامیانہ آپ کے سر پر ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کی مدد کے لئے تیار ہے۔ آپ کچھ کرکے دکھائیے۔ لیکن ـــ قوتی الی قوتکم ـ آپ قوت ایمانی کا ثبوت دیجئے آپ دین کی قدردانی کا ثبوت دیجئے۔ آپ اس کو سینے سے لگائیے۔ اللہ کی رحمت آپ کو سینے سے لگائے۔

بس پیغام کہئے تو یہ پیغام۔ اور وعظ کہئے تو یہ وعظ اور خطاب کہئے تو یہ خطاب اور نصیحت کہئے تو یہ نصیحت۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ آپ کا اخلاق اور آپ کا کردار دہ اسلام کی مستقل تبلیغ بن جائے اس لئے کہ اللہ نے ایک موقع اور دیا ہے کہ آپ دفتروں میں اسکولوں میں کالجوں میں بازاروں میں، ہر جگہ اپنے غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ دوش بدوش اس وقت میں اس موقع پر ـــــــ ایسے اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیجئے۔ ہمدردی، محبت، خدمت کا جذبہ۔ مدد کرنے کا جذبہ، سچ بولنا، وعدہ کو پورا کرنا، صحیح ناپ تول کرنا، رشوت نہ لینا، کرپشن سے دور رہنا۔ سچی بے لاگ بات کہنا، غریبوں کی مدد کرنا، مظلوم کا ساتھ دینا اور دکھے ہوئے ستائے ہوئے لوگوں پر رحم کھانا، اور دولت پرستی سے اپنے آپ کو بچانا، یہ چیزیں اگر آپ کی ظاہر ہوں گی تو یہ آپ کے حق میں مفید ہوں گی، ملک کے حق میں مفید ہوں گی اور اسلام کے لئے ایک مستقل ایک بہت بڑی کشش کا باعث ہوگی۔ اس وقت اللہ نے آپ کو موقع دیا ہے۔ اس سے پہلے موقع نہیں تھا اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اپنے کو مفید اور خیر خواہ اور بے لوث، بے غرض اور خدمت گذار، کارگزار، فرض شناس، احساس ذمہ داری سے معمور اپنے آپ کو ثابت کرنا چاہیئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا کی تقریر سن کر لوگ کافی محظوظ ہوئے۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ ابھی تک سیر کام نہیں ہوئے ہیں۔ اور ابھی مزید پیاس باقی ہے۔ جلسہ کے فوراً بعد اعلان کیا گیا کہ مولانا نماز فجر، جامع مسجد قافلہ ہی میں ادا فرمائیں گے اور نماز کے بعد، تبلیغی حضرات کی خواہش کے مطابق تبلیغی خطاب فرمائیں گے۔ یہ اعلان سن کر لوگوں نے مزید قلبی مسرت محسوس کی۔

تقریر ختم ہونے پر دیر کافی ہو چکی تھی۔ اس لیے دوسرے پروگرام کو ختم کر کے جناب مولانا حکیم احمد حسن خانصاحب مفتی سے استدعا کی گئی کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔ اور مولانا نے مدرسہ کی استدعا پر ٹونک تشریف لانے کی جو زحمت فرمائی ہے اہلِ مدرسہ کی جانب سے بلکہ تمام اہلِ شہر کی جانب سے ان کا شکریہ ادا فرمادیں۔

حکیم احمد حسن خانصاحب مفتی نے اہلِ مدرسہ کے اصرار پر، ان الفاظ میں اظہارِ تشکر کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:۔

مولانا محترم! مہمان حضرات، اور وطن کے عزیز دوستو! مجھ سے متعلق ابھی یہ خدمت سپرد ہوئی ہے کہ مجھے صرف شکریہ کے کچھ الفاظ بولنا ہیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ناچیز کو یہاں کچھ کہنا ہے۔ جونہی فرمایا گیا کہ مجھے کچھ کہنا ہی ہے، شہر کے ایک محترم سے گذارش کیا کہ مجھے کیا کہنا ہے، فرمایا، یہ ہی کہد یجئے کہ مجھے کچھ کہنا نہیں ہے۔ لیکن اب میں دونوں باتیں نہ کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا ہوں۔ شکریہ ادا کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

پہلے میں اپنی طالب علمانہ زندگی کا ایک واقعہ، ایک پسندیدہ عمل آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ جس زمانہ میں، میں تفسیر بیضاوی پڑھتا تھا (بیضاوی قرآن کریم اور فرقانِ حمید کی ایک تفسیر ہے) میں نے سوچا کہ بیضاوی کے سلسلہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں جس قدر چھپے حواشی ہیں اُن سب سے استفادہ کیا جائے۔ چنانچہ جس قدر حواشی مل سکے ان پر نظر ڈالی گئی۔ ان میں سب سے بہتر حاشیہ، شیخ زادہ تھا۔ شیخ زادہ کو میں اپنے اس دورِ طالب علمی میں بہت پسند کرتا تھا۔ وہ مجھے بہت ہی اچھا لگتا تھا۔ میں شیخ زادہ کی رائے کو دوسری آراء پر ترجیح دیتا تھا۔ آج پھر میرے سامنے شیخ زادہ کی بات آگئی۔ اس وقت قرآنِ حمید کی تفسیر بیضاوی کے شیخ زادہ کی بات تھی، آج فرقانیہ کے مفسرین اور موسسین (حضرت مولانا حیدر حسین خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قاضی محمد عرفان خانصاحب علیہ الرحمۃ) کے شیخ زادہ کی بات ہے۔ جس طرح میں اس زمانہ میں بیضاوی کے محشین میں سے شیخ زادہ کو ترجیح دیتا تھا۔ اسی طرح فرقانیہ کے مفسرین و شیوخ کے حواشی میں سے آج ایک شیخ زادہ کی بات کو ترجیح دے رہا ہوں اور اسی لیے شیخ زادہ کی رائے و طلب پر شکریہ کے الفاظ ادا کرتا ہوں۔ اس وقت میں شیخ زادہ کی بات کو، بے کم و کاست مانتا تھا لیکن آج شیخ زادہ کی بات میں کچھ ترمیم کرتا ہوا گذارش کر رہا ہوں۔

یہ بات میری کچھ سمجھ میں نہیں آئی کہ مولانا مکرم کے لیے شکریہ کے الفاظ کیسے بول دیئے جائیں۔ شکریہ کے الفاظ مہمانوں کے لیے کہے جاتے ہیں۔ باہر سے آنے والوں کے لیے کہے جاتے ہیں۔ نئے لوگوں کے لیے کہے جاتے ہیں۔ مولانا مہمان نہیں، میزبان ہیں۔ غیر نہیں، اپنے ہیں۔ ہمارے اپنوں میں سے ایک بزرگ اپنے ہیں۔ اپنے ہی ایک مکان سے اپنے دوسرے مکان میں تشریف لائے ہیں۔ اس لیے میں مولانا کے لیے شکریہ کے رسمی الفاظ نہ بول کر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہم پر یہ انعام فرمایا کہ ہم میں ہمارا ایک بزرگ تشریف لایا۔

لے مراد حکیم محمد عمران خاں مرتب رپورٹ ہذا پسر حضرت مولانا حکیم قاضی محمد عرفان خاں صاحب ناظم عدالت شریعت، ٹونک، راجستھان۔

www.abulhasanalinadwi.org

معائنہ فرمایا۔ جائزہ لیا، گھر کے حالات کو دیکھا، مشورے دیے، برکات کا سامان بہم پہنچایا۔ ہمیں اس مرحلے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ ہمارا ایک بزرگ یہاں آیا ہے۔ ہمارے ہی گھر کا ایک فرد وحید جو مدتوں سے بچھڑا ہوا تھا۔ یہاں تشریف لایا ہے۔ میں پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور آپ حضرات سے بھی گذارش کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر مشکور ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مولانا کا آنا ہماری بستی کے واسطے ہمارے ادارہ کے واسطے، علم دین کے واسطے، عمل کرنے کے واسطے مفید ہو اور بہت ہی مفید ہو۔ آمین۔

دوسری گذارش یہ کرنی ہے کہ مولانا نے ابھی اپنی گفتگو میں اس طرح دین میں، عمل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ دینِ اسلام پر عمل کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ تعلیم کی طرف متوجہ کیا ہے۔ یہ ساری چیزیں اس امر کی متقاضی ہیں کہ ہم دین پر عمل کرنے سے پہلے اس کو جانیں، پہچانیں۔ اگر ہم دین کو جانیں گے نہیں پہچانیں گے نہیں، ارشاداتِ رسول سے واقف نہیں ہوں گے، تو ظاہر ہے کہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے میری گذارش ہے کہ آپ حضرات جو اس بستی میں رہتے ہیں اور جو باہر سے تشریف لائے ہیں، دین پر عمل کرنے کا جذبہ ساتھ لے کر اٹھیں اور ساتھ لے کر جائیں۔ یہ جذبہ اس طور پر ہمارے درمیان کارفرما رہے کہ دین کو جاننے کی بھرپوری سعی اور جدوجہد کریں۔ یقین ہے کہ جو پروگرام اس وقت ہمارے ادارے کے سامنے ہے اور اسی طرح کے دوسرے پروگرام، بروئے کار آئیں گے۔ عزائم کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کی ضرورت ہے۔ آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ سب سے بڑا تعاون پیسہ کا نہیں، بلکہ پڑھنے اور پڑھوانے کا تعاون ہے۔ اسے اپنائیں اور دل لگا کر اپنائیں۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ مولانا ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

زر میان ثخیر کی حیثیت سے نہیں۔ اپنے کی حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جس وقت مولانا جے پور تشریف لائے۔ یعنی ۱۶ ار اکتوبر ۱۹۷۶ء کو ما بین ظہر و عصر۔ اس وقت سے آج ۱۸ ار اکتوبر تک مجھے مولانا کی خدمت میں حاضر رہنے کا موقع ملا ہے۔ ان تین دن کے بیشتر اوقات میں ـــ آپ کے سامنے ٹونک کے حالات تھے۔ ٹونک کی تاریخ تھی، ٹونک کے اکابر تھے۔ ٹونک کی علمی چیزیں تھیں۔ بار بار اس پر تبصرہ فرماتے رہے۔ قیام آپ کا جے پور میں تھا لیکن کان قلبہ معلقا بالتونک۔ تبصرہ آپ کا ٹونک سے متعلق تھا۔ جے پور کے ہزاروں کے مجمع میں بھی بدورانِ تقریر، ٹونک آپ کی زبان سے نہیں چھوٹا۔ شاید جے پور کے دوستوں کو تعجب ہوا ہوگا کہ تقریر کر رہے ہیں راجستھان کے مرکز میں، اور گفتگو ہو رہی ہے راجستھان کے ایک چھوٹے سے شہر کی۔ ٹونک کی علمی و دینی مرکزیت و اہمیت کو نہ جاننے والے تعجب کر سکتے ہیں۔ اکثر حضرات کو معلوم نہیں کہ ٹونک کے خصائص تھے، ٹونک میں جاذبیت تھی۔ ٹونک میں مرکزی مدارس تھے۔ یہاں کی فرید و حید شخصیات تھیں، جنھوں نے مولانا کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

جب ہم پانچ بتی سے مدرسہ کی سڑک کی طرف گھومنے لگے، میں نے گذارش کیا مولانا، اب ہم اس سڑک پر چل رہے ہیں جس سے مدرسہ فرقانیہ قریب ہے جہاں مدرسہ فرقانیہ کے لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ "ہمارے مولانا کا مدرسہ"۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ مولانا کو ٹونک سے کس درجہ تعلق ہے۔ ہر چیز کو اپنی چیز قرار دے رہے ہیں۔ اور والہانہ طور پر قرار دے رہے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی ہم مولانا کو اپنا مہمان کہیں گے۔ ہرگز نہیں۔ مولانا ہمارے مہمان نہیں ہیں میزبان ہیں، ایک بزرگ میزبان ہیں۔ جو مدت کے بعد یہاں تشریف لائے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کا [redacted] شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مولانا کو یونک بھیجا۔ فرقانیہ بھیجا۔ میری خواہش ہے، میری تمنا ہے، میرے وطن کے تمام دوستوں کی تمنا ہے کہ مولانا بار بار یہاں تشریف لائیں۔ اگر مولانا تشریف نہ لاسکیں تو اپنے مفید مشوروں سے استفادہ کا موقع دیں۔

(اس مختصر گذارش کے بعد چند منٹ میں میں اپنا سلسلۂ کلام ختم کر رہا ہوں)

ہمیں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیے کہ خدا، مولانا کے یہاں تشریف لانے کو ہمارے لیے، ہماری بستی کے لیے اور ہمارے مدارس دینیہ کے واسطے مفید بنائے۔

اس مرحلے پر ایک ضروری بات میرے ذہن میں آرہی ہے، اسے اور سن لیں، جو حضرات مولانا کی تقریر [redacted] جے پور میں شریک تھے۔ انہیں معلوم ہے اور جو صاحبان شریکِ تقریر نہ تھے انہیں اب معلوم ہوجائے گا۔ مولانا نے وہاں ایک عجیب، مفید کارآمد اور زریں بات فرمائی تھی جو ہمارے لیے مشعلِ راہ بن سکتی ہے۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ جس طرح انسان کے نسب ہوا کرتے ہیں، خاندانوں کے نسب ہوتے ہیں، اسی طرح مدارس کے بھی نسب ہوتے ہیں۔ اسی طرح مساجد کے بھی نسب ہیں۔ مساجد کا نسب ختم ہوتا ہے مسجدِ نبوی پر۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد یعنی خانۂ کعبہ پر۔ بالکل اسی طرح مدارس کا بھی نسب ہے۔ مدارس کا نسب ختم ہوتا ہے صفہ کے مدرسہ پر۔ صفہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ابتدائی مدرسہ تھا جو ہزارہا مدرسوں سے اعظم اور افضل تھا۔ جہاں سینکڑوں افراد بنائے جاتے تھے۔ جو عالم میں اللہ اور اللہ کے رسول کے پیام کو عام کرتے تھے۔ پس جن مدارس کا نسب صفہ کے مدرسہ تک پہنچتا ہے وہ مدارس صحیح النسب ہیں لیکن جن مدارس کا نسب اور سلسلہ صفہ تک نہیں پہنچتا، وہ صحیح النسب نہیں ہیں۔ اسی طرح جن مساجد کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی مسجد اور مسجدِ نبوی تک نہیں پہنچتا [redacted] مساجد

www.abulhasanalinadwi.org

مساجد ضرار تو کہا جا سکتا ہے لیکن اللہ کا گھر کہلانے کی حقدار نہیں۔

دوستو! مولانا نے اس مفہوم کی بات فرما کر ہمیں ایک لائٹ دی ہے۔ ایک روشنی بتائی ہے۔ ایک نور اللہ کا دیا ہوا ہمارے سامنے رکھا ہے۔ دینی مدارس میں مسلم کے چلائے ہوئے اداروں میں، اگر اللہ کی رضامندی پیش نظر نہیں ہے اگر صفہ کی دی ہوئی بنیادی تعلیم پیش نظر نہیں ہے تو وہ مدارس چاہے مدارس کہلائیں، لیکن وہ ضرار کی تعریف میں تو آسکتے ہیں، صحیح النسب مدارس نہیں کہلائے جاسکتے۔

اس لیے ہمیں یقین ہے کہ ہمارے شہر میں جہاں جہاں مکاتب ہیں، جہاں جہاں مدارس ہیں۔ اسی طرح جے پور کے حضرات نے جہاں جہاں مدارس قائم کر رکھے ہیں، اس ہدایت کی روشنی میں ہمیں سوچنا ہے کہ ہم نے جو پیسے لوگوں کی جیب سے لیے ہیں۔ اللہ کے بندوں سے جو چندے حاصل کیے ہیں، انہیں کس کام میں لگا رہے ہیں۔ ایسا تو نہیں ہے کہ اس کی تکمیل میں، اس کے چلانے میں ہم سے کوئی کوتاہی ہو رہی ہو۔ ٹونک کے باشندے یہاں رہ کر، جے پور اور باہر کے دوست اپنے وطن میں ہو کر اس طرف خصوصی توجہ دیں۔ ہمارے پیش نظر تعلیماتِ قرآن، ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہنا چاہیئے۔ انہی کو بنیادی حیثیت دینی چاہیئے۔ ایسا کریں گے تو انشاء اللہ ہمارے ادارے صحیح النسب ادارے ہوں گے۔ اللہ کے یہاں مقبول ہوں گے۔ ہماری مساعی میں برکات ہوں گی اور ہماری اس جدوجہد کو اللہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

جلسہ ختم ہونے کے بعد قیام گاہ پر، عمارت مدرسہ میں مولانا کے کھانے کا اہتمام تھا۔ جس طرح مولانا کے ساتھ کھانے میں شرکت کے لیے، صبح کچھ حضرات کو خصوصی دعوت دی گئی تھی۔ اسی طرح کچھ حضرات کو اس وقت بھی دعوت دی گئی۔

کھانے سے فارغ ہونے کے کچھ دیر بعد مولانا سے استدعا کی گئی کہ وہ آرام

www.abulhasanalinadwi.org

فرمائیں۔ دیر کافی ہوچکی تھی۔ [illegible] قافلہ میں علی الصباح جلد آپ کو خطاب بھی کرنا تھا۔

نماز تہجد کے وقت مولانا کے جلد بیدار ہونے اور گرم پانی اسی وقت فراہم ہونے کا پہلے سے اہتمام تھا۔ مقررہ وقت پر مولانا بیدار ہوئے۔ جلد ہی فارغ ہو کر، ہم سب مولانا کے ساتھ جامع مسجد قافلہ پہنچے۔ قدیم زمانہ سے اس مسجد میں نماز فجر ہمیشہ غلس میں جلد ہوا کرتی ہے۔ وہی عمل اب بھی باقی ہے۔ نماز صبح قاری محمد مصطفےٰ صاحب ڈنکی نے ماشاء اللہ بہت اچھے طریقہ پر اپنے خاص انداز میں پڑھائی۔ مولانا بھی بڑے محظوظ ہوئے۔ بعد میں دریافت بھی فرمایا کہ صبح کی نماز کس نے پڑھائی تھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ قاری مصطفےٰ صاحب جو اسی مدرسہ فرقانیہ سے قدیم فارغ شدہ ہیں۔ تو آپ کو اور زیادہ مسرت ہوئی۔

نماز کے فوراً بعد مولانا کا تبلیغی بیان شروع ہوگیا۔ یہ بیان اس سلسلہ میں نہایت ہی پُر درد اور مؤثر تھا۔ افسوس اسے ریکارڈ نہیں کیا جاسکا۔ ورنہ اسے بھی یہاں نقل کیا جاتا۔

جامع مسجد قافلہ سے فارغ ہو کر قیام گاہ پر مختصر چائے وغیرہ کا پروگرام تھا۔ اس کے بعد مولانا اپنے تمام احباب اور یہاں کے عزیز و اقارب کے یہاں جانا چاہتے تھے۔ صبح کا ناشتہ، قدیمی تعلق کی بنا پر، عمرانی دواخانہ میں ہمارے مکان پر ہونے والا تھا۔

چنانچہ مدرسہ سے مولانا [illegible] روانہ ہو کر سب سے پہلے جناب منظور عالم صاحب ایڈوکیٹ، جناب حبیب الدین صاحب ایڈوکیٹ، مولانا کے [illegible] عزیز سید عبید میاں وغیرہ کے یہاں مولانا تشریف لے گئے۔ اور سب کے یہاں کچھ کچھ دیر قیام کر کے سب کی مسرت و شادمانی کا لحاظ فرمایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

قافلہ کی گلی میں جس وقت آپ داخل ہونے لگے تو آپ پر قدیم باتوں کی یاد کا اس قدر غلبہ ہوا کہ آپ کار میں سے اتر گئے اور فرمانے لگے کہ مجھے ان گلیوں میں پیدل پھرنے ہی سے لطف حاصل ہوتا ہے۔ جامع مسجد قافلہ سے متصل، بخشی جی کی بیٹھک، جس میں عرصہ تک دار المطالعہ جماعتِ اسلامی اور مسلم اسکول چلتا رہا ہے۔ اس گھر میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں کی ایک ایک چیز کو یاد فرماتے رہے۔ اور پرانی یادیں اور پرانے قصے دوہراتے رہے۔ یہی مقام قدیم سے ریاست کے زمانہ میں بھی ان حضرات کی نشست کا مرکز رہا کرتا تھا۔ پروفیسر طلحہ صاحب جب کبھی لاہور سے ٹونک تشریف لاتے تو اسی حصہ میں قیام فرماتے۔ اسی سے متصل مولانا کی ایک نسبتی بہن سیدہ زبیدہ بی رہا کرتی تھیں۔ جن کا ابھی کچھ عرصہ پہلے، انتقال ہوگیا۔ مولانا ان کے یہاں تعزیت کے لیے زنانہ مکان میں تشریف لے گئے۔ واپسی پر مولانا نے قافلہ کی ان گلیوں میں پھر کر اپنے تمام عزیزوں کی یاد تازہ کی۔ اور اپنی ابتدائی عمر اور قیامِ ٹونک کے زمانہ کے قصے سناتے رہے۔ اس کے بعد آپ آگے بڑھ کر کلو میاں کی اس حویلی میں تشریف لے گئے جو سادات قافلہ کی حویلیوں میں مرکزی حویلی رہی ہے۔ اس کے اکثر حصوں کو دیکھا۔ سید عرفان میاں کی مسجد سادات کو دیکھا۔ مصطفےٰ میاں اور عرفان میاں کی بزرگی کے قصے یاد کرتے رہے جن کی نیکی اور بزرگی کا سکہ اب تک اہلِ ٹونک پر بیٹھا ہوا ہے۔ اب مشکل ہی سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔

ان تمام ملاقاتوں سے فارغ ہونے کے بعد مولانا نے غریب خانہ پر کھانا فرمایا اور ناشتہ غریب خانہ پر ہوا۔ اس گلی میں داخل ہوتے ہی مولانا کو ایک بار پھر وہ زمانہ شدت سے یاد آنے لگا جبکہ آپ اپنے شفیق استاد، مولانا حیدر حسین خانصاحب کے ہمراہ ٹونک تشریف لایا کرتے اور اسی گلی میں ان کے مکان پر قیام ہوا کرتا تھا۔ آج بھی وہ دریچہ کھلا دیکھ کر مولانا کو ایک پھریری سی آگئی۔ افسوس یہ حصے شرنارتھیوں

www.abulhasanalinadwi.org

کے قبضے میں ہیں۔ کبھی اس میں مولانا کا ہفتوں قیام رہا کرتا تھا۔ سچ ہے تلك الايام نداولها بين الناس۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر گورستان موتی باغ کا پروگرام تھا۔ وہاں مولانا اپنے شیخ مولانا حیدر حسن خانصاحب کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے جانا چاہتے تھے۔ بارش کا موسم ہونے کی وجہ سے گورستان میں حسبِ معمول گھاس کی بڑی کثرت تھی لیکن مولانا کی تشریف آوری کی بناء پر راستوں کے کچھ حصے صاف کرا لیے گئے تھے اس لیے مولانا بآسانی تشریف لے گئے۔ دوسرے اعزہ کے مزارات پر بھی جا کر آپ نے فاتحہ خوانی کی لیکن حضرت شیخ کے مزار پر آپ دیر تک بیٹھے رہے اور تلاوت فرماتے رہے۔ اس مدت میں کسی نے کوئی دخل نہیں دیا۔ مولانا اپنا جس قدر زیادہ وقت وہاں گذارنا چاہتے تھے وہ آپ نے خوشی سے گذارا۔

گورستان موتی باغ میں دیر ہو جانے کی وجہ سے دارالعلوم خلیلیہ کا پروگرام بہت موخر ہو رہا تھا۔ اربابِ مدرسہ کی خواہش کے مطابق وہاں بھی ایک مختصر پروگرام رکھا گیا تھا۔ مدرسہ کی جانب سے فوری طور پر دعوت نامے چھپوا کر تقسیم کرا دیئے گئے تھے۔ چنانچہ گورستان سے سیدھے دارالعلوم خلیلیہ پہنچنا ہوا۔ تاخیر کی معذرت چاہتے ہوئے پروگرام شروع ہوا۔ مختصر وقت میں بہت اچھا پروگرام رہا۔ وہاں بھی مولانا نے ایک نہایت جامع اور مفید تقریر فرمائی۔ جو اس وقت اہلِ مدرسہ کی جانب سے ریکارڈ کر لی گئی تھی۔ ذیل میں وہ تقریر بھی ضبطِ تحریر کر کے نقل کی جا رہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تقریر مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی

بہ دارالعلوم خلیلیہ، ٹونک راجستھان

الحمد للہ، الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واھل بیتہ ومن یتبعھم باحسان الی یوم الدین ۵

جناب صدر، مولانا حکیم ظہیر احمد صاحب برکاتی، اساتذۂ کرام، معزز حاضرین مجلس، عزیز طلبہ۔

میں اپنی بہت بڑی خوش نصیبی بلکہ سرفرازی سمجھتا ہوں کہ مجھے آج ایک ایسے مدرسہ میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، جہاں سے علم کا، درس وتدریس کا چشمہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔ اور جس نے نظامیہ بغداد اور نظامیہ نیشاپور کی یاد ہندوستان میں تازہ کی۔ وہی بوریہ نشین اساتذہ اور طلباء اور وہی فنافی العلم مہتمم اور نگراں اور رہنما، اور وہی مستغرق اور خالی عن الغیر طلبہ اور وہی خالص علمی فضا، ....

www.abulhasanalinadwi.org

مجھے دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ یہ اس وقت فخریہ نہیں عرض کر رہا ہوں۔ کوئی فخر کی بات نہیں ہے، اب آج کل یہ باتیں بہت عام ہوگئی ہیں

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی — اب آبروئے شیوۂ اہلِ نظر گئی

اس میں کوئی فخر کی یا عزت و غرابت کی بات نہیں ہے۔ لیکن میں اپنے عزیز طلبہ سے، جو ممکن ہے تبدیلی اور زمانہ کے انقلاب سے متاثر ہوں۔ ان کی معلومات کے لیے عرض کر رہا ہوں کہ میں آکسفورڈ اور کیمبرج بھی گیا۔ اور بعض بڑی یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے بجٹ، ایک ایک کروڑ اور دو دو کروڑ روپئے کے ہیں۔ جو آپ کی ٹونک ریاست کے جبکہ یہ ریاست تھی بلکہ اس سے بھی بڑی ریاست تھی ان کے بھی بڑے بڑے بجٹ ہوں گے۔ ان کی کمیٹیوں میں مجھے شرکت کا اتفاق ہوتا ہے۔ لیکن جیسی سچی خوشی اور روحانی مسرت مجھے ایک ایسے مدرسہ میں حاصل ہوتی ہے کہ جہاں قدیم طریقہ پر تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ خوشی وہاں حاصل نہیں ہوتی۔

میں نے بھی بوریئے پر بیٹھ کر پڑھا ہے۔ اور الحمد للہ اس پر فخر کرتا ہوں کہ اپنے استادوں کی مار کھائی ہے۔ قمچیاں کھائی ہیں۔ تھپیڑ کھائے ہیں۔ اور انہی کا فیض ہے کہ آج غلط یا صحیح، غلط فہمی کی بنا پر، یا امتحاناً۔ اللہ تعالیٰ امتحان سے بچائے کہ مجھے بھی پڑھا لکھا سمجھا جاتا ہے اور پڑھے لکھوں کی مجلس میں مجھے بٹھایا جاتا ہے۔ ایک ایسے دار العلوم سے میرا تعلق ہے کہ جو قدیم و جدید کا جامع ہے۔ اور وہاں جدید تجربے بھی ہو رہے ہیں تعلیم کے۔ خاص طور پر عربی زبان کو، ایک زندہ اور ترقی یافتہ زبان کو، ایک زندہ زبان، ترقی یافتہ زبان کی حیثیت سے پڑھانے اور جدید مضامین کا بھی وہاں انتظام ہے۔ اور میں اس پر شرمندہ نہیں ہوں، اور نہ کوئی معذرت کناں ہوں۔ لیکن میرے دل کی گہرائیوں میں، ان مدرسوں کی قدر ہے، جہاں علم کے پروانے جمع ہوں۔ اور جن کو دنیا و ما فیہا کی خبر نہ ہو اور جو انقلاب

www.abulhasanalinadwi.org

روزگار سے بھی متاثر نہ ہوں۔

میرا تعلق براہِ راست تو اس مدرسہ سے نہیں ہے۔ اگرچہ جن گرامی شخصیتوں سے اس کو انتساب ہے اور خاص طور پر غازی ولی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ میں تو انکی محبت کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں اور میرے اندر جو کچھ تحریروں میں تب و تاب کسی کو نظر آئے وہ سب فیض اسی کا ہے۔ اسی محبت کا ہے۔ اسی نسبت کا ہے۔ لیکن میں بالواسطہ آپکے مدرسہ کا فیض یافتہ ہوں۔ آپ کو سن کر تعجب ہوگا اور اس طرح کہ میں مولانا مناظر احسن گیلانی کو اپنا استاد سمجھتا ہوں۔ اور جن لوگوں نے جامعہ عثمانیہ میں ان سے درس لیا ہے اور برسوں پڑھا ہے، میں ان سے زیادہ اپنے کو ان کا، انکی شاگردی اور تلمذ پر فخر کرنے کا حقدار سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں نے ان کی صحبت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے ایک خط میں یہ لکھا ہے۔ میں نے ان کو ایک مرتبہ خوردانہ شکایت لکھی کہ معلوم ہوتا ہے آپ مجھے بھول گئے۔ وہ بیمار تھے۔ تو انہوں نے لکھا کہ آپ نے یہ بات خوب کہی۔ جس وقت مجھے موت سامنے کھڑی نظر آتی تھی اور میں سمجھتا تھا کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں تو آپ کی صورت میرے سامنے آتی تھی۔ اور مجھے اطمینان ہوتا تھا کہ میں اگر دنیا سے چلا گیا تو آپ ہیں۔ اور ایک شعر لکھا تھا ؎

اھیم بلیلی ما اعیش فان امت

واسکن بلیلی من یھیم بھا بعدی

جب تک میں زندہ ہوں لیلیٰ کے عشق میں سرگرداں ہوں اور جب چلا جاؤں گا، ایک ایسا آدمی مقرر کر جاؤں گا جو میری طرح سرگرداں رہے۔

تو یہ کیا چیز تھی۔ میں نہیں جانتا چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جو علوم انہوں نے یہاں حاصل کیے ہیں میں تو ان کا ابجد خواں بھی نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں، لیکن مجھے ان سے بہت فائدہ پہنچا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ معاصر علماء میں مجھے کسی سے اتنی مناسبت نہیں تھی، جتنی مولانا مناظر صاحب گیلانی سے مناسبت تھی۔ ان کو بھی مجھ سے بڑی شفقت تھی اور وہ آپ کے اس بڑے مدرسہ میں طالبعلم رہ چکے تھے۔ ہمارے اعزہ قافلہ کے ان کی طالب علمی کا زمانہ ان کے سامنے تھا۔ اور وہ ان کے قصے سناتے تھے۔ ان کی ذہانت کے اور طباعی کے اور جب وہ یہاں ایک معمولی حیثیت کے طالب علم تھے اور طالب علم کی حیثیت سے پڑھتے تھے۔ تو مناظر احسن صاحب کی صحبتوں اور کتابوں سے بہت فائدہ اٹھایا۔ میں ان کو اپنے محسنوں میں سمجھتا ہوں۔ اس لحاظ سے میں اس مدرسہ کا اس طرح سے بالواسطہ معنوی شاگرد ہوا۔ اور یہ مدرسہ حقیقت میں ایسا ہی تھا کہ اس سے نسبت پر فخر کیا جا سکتا ہے اور بڑے بڑے لوگوں نے فخر کیا ہے۔ آپ کے سامنے تاریخ ہے اور بہت کچھ آپ کے سامنے یہاں بھی کہا جا چکا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ سارے ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ افغانستان اور پاکستان تک کے ذہین طالب علم وہ معقولات کی بڑی اعلیٰ سے اعلیٰ کتابوں کے مطالعہ پر حاوی ہونے کے لیے اور ان کی دستار حاصل کرنے کے لیے وہ یہاں آتے تھے۔ اور یہ بات مان لی گئی تھی کہ اس کا مرکز ٹونک ہے۔ اور یہیں کے ایک فارغ مولانا معین الدین صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا حکیم برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہوئے ان کا درس بھی برسوں جاری رہا۔ اور کتنے آدمی ان سے فیضیاب ہوئے۔

وقت بہت تھوڑا ہے اور مجھے چند منٹ بعد یہاں سے خیرباد کہنا ہے۔ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن میں اپنی آمد کو مفید بنانے کے لیے اور جو کچھ کہا گیا ہے اس کے بوجھ سے ذرا سبکدوش ہونے کے لیے میں عزیز طلبہ سے دو ایک باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

میرے عزیزو! زمانہ بہت بدل گیا ہے اور بڑا انقلاب آیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات میں اور اللہ کی سنتوں میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔ سنن اللہ میں سے ایک سنت یہ ہے کہ جو اپنے میں کوئی کمال پیدا کرلے گا اور اپنے میں کوئی اختصاص پیدا کرلے گا، سنۃ اللہ یہ ہے کہ وہ محبوب بن جائے گا۔ اور مطلوب بن جائے گا۔ وہ چھپ کر کسی غار میں یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ جائے گا تو اللہ سیکڑوں ہزاروں بندوں کے دل میں یہ جذبہ پیدا کرے گا۔ اور ایسا بے تاب جذبہ کہ جو مغلوب نہ ہوسکے کہ اس کو لاؤ اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ بزرگانِ دین کو دیکھئے کن کن پردوں میں بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن دنیا پہنچتی تھی، سلاطین پہنچتے تھے۔ امرائے، بادشاہ، آپ کے یہاں بھی ایسے بزرگ ہوئے ہوں گے۔ تو ہمارے یہاں اودھ میں فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رح، چھوٹے سے مقام پر ایک گاؤں درگاؤں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آج ہمیں وہاں کوئی حیثیت نظر نہیں آتی۔ ایک مسجد اور چند گھر ہیں، اس طرف دنیا کھنچی چلی آرہی تھی، نواب خورشید جاہ بہادر جو نہ معلوم کتنے لاکھ کے معافی دار تھے۔ وہ حیدرآباد سے آتے اور وہاں خادمانہ حاضر ہوتے۔ اور دوسرے نوابین اور رؤسا آتے تھے۔ بہت سے لوگوں کے حالات موجود ہیں، بہت سے لوگوں کے حالات موجود نہیں۔

ایسا ہی اہلِ کمال کا حال ہے کہ مولانا برکات احمد ٹونک کی ایک ریاست میں تھے۔ ذرا خیال کیجئے کہ دہلی سے کتنی دور ہے، لکھنؤ سے کافی دور لاہور اور قندھار، کابل سے ظاہر ہے کوئی اشتہار نہیں دیا جاتا تھا۔ اخباروں کا رواج بھی نہیں تھا، اللہ ان کو معاف کرے یا ان کو اجر دے کہ وہ اپنا اشتہار کرتے ہیں ان کے سفراء گھومتے ہیں ان میں ہم بھی ہیں۔ ہمارے بھی سفراء دورہ کرتے ہیں سارے ہندوستان میں، اُس زمانہ میں یہ رواج نہیں تھا۔ کون جاکر لوگوں سے کہتا تھا کہ ٹونک چلو، چلو ٹونک چلو،

www.abulhasanalinadwi.org

اور مولانا [illegible] خوشبو تو خود ہی پھیلتی ہے اور جب خوشبو ہوتی ہے تو خود ہی پھیلتی ہے ۔ اور یہ خوشبو کہاں کہاں تک پہنچ جاتی تھی ۔ لوگ کھنچے چلے آتے ہیں ۔

اور آج حال یہ ہے ، بڑے بڑے پروفیسر صاحبان ہیں اور بڑی بڑی انکی ڈگریاں ہیں اور ان کی تنخواہوں کا نہ پوچھئے ، میں قصداً ذکر نہیں کروں گا۔ کتنی کتنی تنخواہ ، کچھ بھائیوں کے منہ میں پانی آجائے ، کتنے کتنے ہزار پانے والے لیکن ان کے شاگرد ان کے معتقد نہیں ۔ دن رات ان کی شکایت کرتے ہیں ۔ اور ہم سے آکر کہتے ہیں ۔ ابھی ایک صاحب نے بتایا ۔ آپ کو لطیفہ کے طور پر سناتا ہوں ۔ کیا علم کا انحطاط کہاں تک پہنچ گیا ہے ۔ میں بالکل یقین نہ کرتا لیکن ایک صاحب ایک بڑے ثقہ راوی نے جو خود ڈاکٹر ہیں اور ایم اے ہیں ۔ اور ایک یونیورسٹی میں استاد ہیں انہوں نے کہا کہ حدیث زیست غریب است راویانِ ثقہ ۔ کہ ایک صاحب ہماری یونیورسٹی میں عربی پڑھاتے ہیں ۔ ان کا حال یہ ہے کہ ایک مرتبہ لفظ آیا ۔ موصل الی المطلوب ۔ تو پوچھا گیا ، موصل الی المطلوب کا کیا مطلب ہے ۔ تو کہنے لگے اپنے محبوب کو مارنے کے لیے موسل لے کر دوڑے ۔ اب بھلا بتلایئے کہ اگر کسی سے کہا جائے کہ سوچ کر کے ایسا لطیفہ گھڑ دو تو نہیں گھڑ سکتے ۔ اور یہ اسی طرح " ھَلُمَّ جَرًّا " کہیں آیا تو کہا کہ " ھلم جرا " ، کے کیا معنی ، کہنے لگے ، کہ " تأبط شرا " ، تم نے نہیں سنا ۔ " تأبط شرا " شاعر کا نام ہو سکتا ہے تو " ھلم جرا " ، بھی نہیں ہو سکتا ہے ۔ یہ جو کرسیوں پر بیٹھ کر یورپ جا کر تعلیم حاصل کر کے آتے ہیں ان کا مبلغ علم یہ ہے ۔

اور یہ بوریہ نشین استاد اور طالب علم جو تھے ۔ ہمارے یہاں کا جو طالب علم بہت گھٹیا ہوتا ہے ۔ دارالعلوم کا ۔ اور جو چوتھے ، پانچویں سے چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ یونیورسٹی جاتا ہے ۔ چونکہ اس نے طریقہ سے صرف نحو پڑھی ہے ۔ کچھ گردان وغیرہ

www.abulhasanalinadwi.org

اور صیغے۔ بہر حال بے شوقی کے ساتھ بھی بہت کچھ اس کے کان میں پڑ گیا ہے۔ تو اچھے اچھے استاد کہتے ہیں کہ میاں تمہیں کیا ضرورت ہے۔ تمہاری حاضری ہم یونہی بھر دیا کریں گے۔ گھبراتے ہیں ان سے۔ اور کہتے ہیں تم ہی عبارت پڑھ دیا کرو۔ اور تم ہی پڑھا دیا کرو۔ یہ ہمارے یہاں جو بہت گھٹیا قسم کے درجہ سوئم طالب ہوتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے۔

اور جو ہیں۔ مثلاً مولانا عبدالعزیز میمن تھے۔ ان کا عرب میں طوطی بول رہا ہے۔ اور ہندوستان کے دوسرے مولانا آپ ہی کے ٹونک کے، ابوعبداللہ محمد سورتی مرحوم، ہم نے تو ان کی زیارت کی ہے۔ ان کے علم کا تو کیا پوچھنا۔ ان کی شادی محلہ قافلہ میں ہمارے عزیزوں میں ہوئی تھی۔ اور لغت میں ان کا اور ان کے ہم عصر شیخ عبدالعزیز میمن، دونوں ہم استاد تھے۔ ان کا لوہا عرب مان گیا۔ اور شیخ عبدالعزیز میمن کا پیام تو ابھی ہمارے پاس پہنچا۔ وہ بقید حیات ہیں ماشاء اللہ پاکستان میں تو ان کو حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔ لسان العرب جو سب سے بڑی لغت ہے۔ اس کی تصحیح کی جو کمیٹی بنی۔ منتخب ترین لوگ، اس میں شیخ عبدالعزیز میمن کا نام بھی ہے۔ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یہاں آیا اور شرمندہ بھی ہوا۔ لیکن ایک بات کام کی آپ سے اور فرقانیہ کے طالب علم ہوں تو فرقانیہ والوں سے بھی اور جو مدارس میں ہوں سب سے کہتا ہوں کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ اس کا بہت رونا رویا جاتا ہے اور بہت اونچے سروں میں یہ واویلا ہے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اس بارے میں زمانہ بالکل نہیں بدلا۔ اگر تم نے صرف میں کمال پیدا کر لیا۔ صرف، صرف میں، میں کہتا ہوں۔ خطاطی یا خوش خطی میں پیدا کر لیا۔ تو تم بھاگو گے اور لوگ اس طرح تمہارے پیچھے دوڑیں گے کہ لوگوں کو شبہ ہوگا کہ کوئی چرا کر تو نہیں بھاگ آیا ہے اتنے آدمی اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ اور اسی طریقہ سے اگر نحو میں کمال پیدا کر لیا اور قرأت و تجوید میں کمال پیدا کر لیا۔ اور یہی ہمارے حضرت......

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا حیدر حسن خاں صاحب، قاری عبدالمالک صاحب کو اور قاری سابق صاحب کو لکھنؤ سے لائے۔ اس لیے کہ جانتے تھے کہ اپنے فن میں کامل ہیں۔ اسی طریقہ سے میں چاہتا ہوں، میں اپنا حال بیان کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہو جائے کہ پہاڑ پر فن کا کامل موجود ہے تو میں ندوہ کے لیے پہاڑ پر جانے کی کوشش کروں گا اور لاؤں گا اور کسی طرح انکو لانے کی کوشش کروں گا اور ہوتا ہی ہے ایسا۔ یہی حال دیوبند کا ہے۔ دیوبند کو آج معلوم ہو جائے کہ کوئی بڑے شیخ الحدیث جو حدیث پڑھاتے ہیں اور دیوبند کو اس کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ جگہ خالی ہے۔ جگہ جو خالی ہوتی ہے خالی رہتی ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے عزیزو۔ یہ سب باتیں ان سے بہت دھوکہ ہوتا ہے، نقصان پہونچ رہا ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ میاں کہاں پڑھتے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا۔ اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ بھلا اس میں کیا رکھا ہے۔ اب کون عربی فارسی کی قدر کرتا ہے۔ کون عربی فارسی۔ خیر فارسی تو رہنے دیجئے، اب کون عربی کی قدر کرتا ہے۔ ارے کام کی چیز پڑھو۔ کچھ انگریزی پڑھو۔ وہی پرانا سبق دہراتے ہیں کہ بھائی عربی سے کیا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں، جیسا کہ مولانا عمران خانصاحب اور مفتی صاحب نے کل بیان کیا۔ اور وہاں جے پور میں بھی بیان ہوا کہ اب تو عربی زبان کی حیثیت تسلیم کر لی گئی ہے کانگریس نے بھی عربی کا ایک سیل قائم کیا ہے۔ اور ہر یونیورسٹی میں اسکی ایک چیر ہے۔ اور اس کا شعبہ ہے۔ یہ تو ہے، لیکن پھر بھی لوگ ابھی تک پرانا سبق جو انہوں نے رٹا تھا، وہی برابر دہراتے چلے جا رہے ہیں کہ صاحب عربی سے کیا ہوتا ہے۔ میں اپنا حال بیان کرتا ہوں۔ آپ کے لیے شاید کوئی نصیحت و عبرت کی بات ہو۔ کہ میں ۱۹۲۹ء میں پہلی مرتبہ لاہور گیا تو میں ایک یونیورسٹی کے امتحان میں درجہ میں پوری یونیورسٹی میں امتیاز کے ساتھ پاس ہوا تھا۔ اوّل آیا تھا۔ بعض اساتذہ نے دلادیا تھا۔ اس وقت مجھے زیادہ باتیں اب سے زیادہ کرنا آتی تھیں، اور سب شعراء کے تذکرے پڑھے تھے۔ تو جب میں لاہور گیا۔ تو اس وقت میری عمر ۱۵-۱۶ سال کی تھی۔ ڈاڑھی مونچھ نہیں نکلی تھی۔ تو لوگ مجھے ایک عجوبہ کے طور پر پیش کرتے تھے۔ کہ ایک لڑکا، لوگ جا کر تذکرہ کرتے تھے کہ ایک لڑکا آیا ہے لکھنؤ سے۔ اور وہ شعراء کے تذکروں سے واقف ہے۔ آب حیات اور گلِ رعنا تو گویا اسکی نوکِ زبان ہے۔ انشا کا تذکرہ کرو تو وہ واقف۔ مصحفی کا ذکر کرو تو وہ واقف۔

www.abulhasanalinadwi.org

فلاں کا ذکر کرو تو واقف۔ اور عربی برجستہ لکھتا ہے۔ اور واقعی عرب استادوں سے میں نے پڑھا تھا۔ تو اسی وقت موضوع دیا، میں نے لکھ لیا۔ تو اسی زمانہ میں آپکے ٹونک کے فاضل و محقق شخص حافظ محمود خاں شیرانی بھی وہاں تھے۔ ان کے تعلقات قافلہ والوں سے تھے۔ ہم اپنی پھوپی کے یہاں ٹھہرے تھے۔ ہمارے پھوپا یہیں کے تھے قافلہ کے۔ مولانا سید طلحہ صاحب، تو وہ بڑے بڑے لوگوں سے ان کے تعلقات تھے۔ سب پروفیسروں سے ملتے تھے۔ شیرانی صاحب سے بھی ملایا ان سے ملا، وہ اور ان کے دادا سید صاحبؒ سے متعلق تھے انہوں نے کہا کہ میاں کیا اس لڑکے کی عمر برباد کر رہے ہو۔ اس کو تو آئی، سی، ایس میں بٹھاؤ۔

اور قسمت سے ہمارے خاندان میں ایک بھائی ہمارے I.C.S میں بیٹھے تھے، وہیں کے تھے، تو بلا کا غلغلہ بلند تھا تمام خاندان میں ـــــ اور انہوں نے دیکھا کہ لڑکا ذہین معلوم ہوتا ہے۔ بڑی باتیں کرتا ہے۔ اور شعر و شاعری سے واقف۔ اور تاریخ سے واقف، اور عربی بولتا بھی ہے اور لکھتا بھی ہے۔ تو ہر ایک کو یہ خیال ہوتا تھا۔ اور ہمارے بھائی، اللہ ان کے درجے بلند کرے۔ ان سے جب کوئی کہتا کہ میاں کیا پڑھا رہے ہو۔ ادھر انگریزی تعلیم کا بہت رواج تھا انگلینڈ گئے، اور کئی مرتبہ امریکہ اور جاپان گئے۔ ہمارے چچا سید عمر کا نام یہیں قافلہ کے تھے۔ وہ جاپان جرمنی جا چکے ہیں۔ ایک بھائی ہمارے، حقیقی خالہ زاد بھائی، وہ بیرسٹری پاس کر کے آئے تھے۔ لندن، وہاں سے انگلینڈ سے۔ اور ایک حقیقی ماموں زاد بھائی ہمارے امریکہ گئے تھے۔ اور ایک ہمارے رشتہ کے عزیز حافظ اسحٰق صاحب، آئی، سی، ایس۔ تو اب ہم کو دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ یہ یتیم بچہ ہے، اسکو عربی پڑھائی جا رہی ہے وہی فَعَلَ، فَعَلَا، فَعَلُوْا تو کہتے تھے کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ اسکو عربی پڑھا رہے ہیں۔ خیر ہمارے بھائی صاحب سے لوگوں نے کہا کہ بھائی تم اپنے یتیم بھائی کو کیا پڑھا رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے والد جو کچھ پڑھاتے۔ یہ والد کی امانت ہے، جو وہ پڑھاتے وہ ہم پڑھا رہے ہیں۔ اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ لیکن آپ کو سنانے والی بات یہ ہے کہ جب میں لاہور گیا اور کئی آدمیوں سے مجھے ملایا گیا۔ اور

www.abulhasanalinadwi.org

لوگوں نے ذرا امیری کی وہ لسانیات دیکھی تو بہت سے لوگوں کو خیال ہوا کہ ایسا لڑکا اگر انگریزی پڑھتا تو بڑا
نام پیدا کرتا۔ اور اپنے خاندان کا نام روشن کرتا۔ وہاں ایک بڑے ایجوکیشنسٹ (EDUCATIONIST)
تھے اور بہت بڑے فاضل تھے۔ آپ لوگوں میں سے کوئی ان سے واقف نہیں۔ پروفیسر محمد شفیع، وہ
استاذ الاساتذہ مانے جاتے تھے۔ وہ اس وقت اورینٹل کالج کے وائس پرنسپل تھے۔ اور بڑا نام تھا انکا۔
اور یونیورسٹی میں پروفیسر بھی تھے [illegible] سید طلحہ صاحب، ان کے اسٹاف میں تھے۔
استاد تھے، اور وہ وائس پرنسپل تھے ان سے ہمیں ملایا گیا۔ انکو اب بھی یاد ہے اور کہا کہ یہ لڑکا عربی
بولتا ہے اور لکھتا ہے۔ آج اسکے متعلق مشورہ کرنا ہے کہ اسکو کیا پڑھایا جائے۔ آئندہ اس کا کیا نظام
عمل ہو۔ تو انہوں نے کہا۔ یوں تو نہیں کہتی۔ وہ بہت خشک مشہور تھے۔ روکھے سے تھے، اور بڑے
قاعدے کے اور ضابطہ کے پابند، تو مولانا سید طلحہ صاحب ذرا ان سے ڈرتے بھی تھے۔ کیونکہ وہ دس
منٹ دیر میں پہنچتے تھے۔ آزاد طبیعت کے آدمی تھے۔ اور وہ دار و گیر کرتے تھے اور لکھ دیتے تھے۔
تو انہوں نے ہمیں ڈرتے ڈرتے بلایا تو انہوں نے خلافِ معمول بہت ہی اخلاق برتا۔ اور کہا کہ
یوں مشورہ نہیں ہوتا۔ رات کو آیئے، یہ بچہ بھی آئے، رات کو ہمارے یہاں کھانا کھایئے۔ ہم اس کے
مضامین بھی دیکھیں گے اور ہم اسے مشورہ بھی دیں گے۔ چنانچہ ہم شام کو رات کو گئے۔ کھانے کا انہوں نے
اہتمام کیا۔ دعوت کی ہماری۔ دعوت کے بعد ہم بیٹھے۔ اور مضامین پڑھے۔ کہنے لگے کہ دیکھئے میرا اس
لڑکے کے متعلق مشورہ ہے کہ اسکو صرف عربی پڑھایئے یعنی اسکو صرف ایک ہی لائن پر ڈالیئے۔
یہ عربی میں کمال پیدا کرے۔ میرا مشورہ یہ ہے چونکہ اسلامیات کی کتابیں، اسلامیات پر یورپ میں
بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ سب سے زیادہ فرنچ میں ذخیرہ ہے۔ اس سے میرا
خیال ہے کہ ایک دوسری زبان کے طور پر اتنی فرنچ یہ سیکھ لے کہ ان کو معلوم ہو کہ مستشرقین کیا
لکھتے ہیں۔ اور وہاں کے یوروپین اسکالر اور اورینٹلسٹ (ORIENTALIST) بس اتنی
پڑھ لے لیکن اصل یہی ہے اس میں کمال پیدا کرے۔ اور اس کو موضوع بنائے۔ چنانچہ ہوا ایسا ہی
یہ تو نہیں کہ ان کے مشورہ سے ہوا ہو لیکن اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہم نے عربی پر ہی ساری توجہ،

www.abulhasanalinadwi.org

اور جب انگریزی کا ارادہ ، انگریزی میں نے پڑھی ہے اور پڑھ سکتا ہوں اور فائدہ اٹھایا میں نے انگریزی زبان سے لیکن بغیر کسی امتحان کے اور شوقیہ، تو کچھ راست نہیں آئی۔ جب کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی استاد شائع ہوتا ، تو گویا اللہ کی طرف سے انتظام ہی یہ تھا کہ میں اس لائن پر چلوں۔ اس کے بعد برسوں ہو گئے ہیں لکھنے پڑھنے لگا۔ ممالکِ عربیہ کے میرے سفر بھی ہوئے۔ اور پاکستان بنا۔ اور پاکستان بننے کے بعد کئی برس تک میں پاکستان نہیں جاسکا ۱۹۵۱ء میں شاید میں پہلی مرتبہ لاہور گیا، اس وقت یہ مولوی شفیع صاحب زندہ تھے۔ ریٹائرڈ ہو چکے تھے۔ اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا ایک محکمہ حکومت پنجاب نے قائم کیا تھا۔ اور اس کا دفتر دہیں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے سامنے تھا۔ تو میں ان سے ملنے گیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں۔ کہنے لگے کہ کیا، اور وہ مجھ سے واقف تھے نزہۃ الخواطر منگواتے رہتے تھے خط و کتابت بھی تھی۔ میں نے کہا، آپنے ایک مشورہ دیا تھا۔ اور وہ مشورہ، اس مشورہ میں بڑی برکت ہوئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں اس پر شرمندہ نہیں ہوں کہ میں نے صرف عربی پڑھی۔ تو میں بچو! طالب علمو! تم سے یہ کہتا ہوں کہ پروپیگنڈہ جو ہوتا ہے وہ اپنی جگہ پر مدرسہ والوں کا فرض ہے کہ وہ ضروری مضمون سمجھتے ہوں تو اسکو داخل کریں۔ یا طریقہ تعلیم کی اصلاح کریں یا نہ کریں، یہ تمہارا کام نہیں لیکن تم کسی ایک چیز کو انتخاب کر کے اس میں کمال پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

یہاں اس قافلہ میں تھوڑے گز کے فاصلہ پر ایک حافظ عبید اللہ صاحب بصیر تھے۔ وہ انہوں نے اسی حال میں کمال پیدا کیا تھا۔ اللہ نے انکو یہ کمال دیا تھا کہ ادھر آپنے اپنا مطلب کہا، ادھر انہوں نے تاریخ کہی میں نے سنا ہے کہ حضور نظام نے ان کا امتحان لیا، اعلیٰ حضرت نظام نے ان سے کہا کہ کیچڑ دیا تھا، سمندر میں، ذرا اسکی تاریخ نکالیئے۔ کہا کان من المغرقین۔ انہوں نے کہا اچھا جنگِ عظیم ساری دنیا میں اس نے اندھیر مچا رکھا ہے، کہا ظهر الفساد فی البر والبحر۔ وہ ایسے متاثر ہوئے کہ بعد میں، ۔ کل حکیم صاحب ایک شعر سنا رہے تھے۔ (حکیم صاحب آپ ہی نے سنایا تھا) جو خود نظام نے میر عثمان علی خاں نے انکی تعریف میں کہا تھا۔ اور ان کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

تاریخ گوئی میں کمال پیدا کیا۔ اس میں اللہ نے ان کے رزق کا تکفل کر دیا۔ ذہنی انتشار سے بچو۔ اور کسی ایک چیز میں کمال پیدا کرو۔ میں تو کہتا ہوں کہ آج صرف ونحو میں کمال نہیں ہے لوگوں کو۔ ہم تو ڈھونڈتے ہیں کوئی استاد ایسا آئے جس کا اوڑھنا بچھونا صرف ونحو ہو، اور ہم اس کی قدر کریں گے کہ انشاء اللہ کسی بڑے سے بڑے ماہر علم کی۔ ماہر سے کم اس کی قدر نہ کریں گے۔ مگر ملتا ہی نہیں کوئی۔ بس میں اس پر اکتفا کرتا ہوں اور اس عزت افزائی کے لئے بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنے حسن ظن سے مجھے عزت بخشی اور علماء کی جگہ پر جہاں حقیقی علماء واقعی بیٹھتے تھے۔ جن کی جوتیاں سیدھی کرنے سے آدمی عالم ہو جاتا تھا۔ اُن کی جگہ پر مجھ کو آپ نے بٹھایا۔ اور یہاں پر میرا استقبال کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن ظن کے مطابق میرے ساتھ معاملہ فرمائے دنیا اور آخرت میں اور اس سے بہتر۔ بس میں حکیم صاحب کا بھی بہت شکر گذار ہوں اور دعا کرتا ہوں اور اس مدرسہ کا نام اور کام میرے کان میں اُس وقت پڑا جبکہ پوری طرح شعور بھی نہیں تھا۔ خلیلیہ اور ناصریہ، خلیلیہ اور ناصریہ کی اس طرح گردان ہوتی تھی۔ ہمارے یہاں ہمارے اُستاد تھے مولانا سید طلحہ صاحب۔ تو میں، اس سے یہاں آنے سے پہلے ہی سب کچھ واقف تھا اور پچھلی دفعہ حاضر بھی ہوا ہوں اور پھر جن مقبول بندوں سے اور شخصیتوں سے اس کا انتساب ہے وہ تو ہمارے پیشوا ہیں اور ہم اُن کو ہندوستان میں سمجھتے ہیں کہ ان ہی برکت سے اس وقت اسلام زندہ اور مسلمان عزت کے ساتھ ہیں۔ بس اس کے سوا کیا کہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

www.abulhasanalinadwi.org

مدرسہ کا پروگرام اگرچہ مختصر رہا لیکن بہت اچھا رہا۔

وہاں سے فارغ ہونے کے بعد اب صرف ایک چیز باقی رہ گئی تھی یعنی ریاست ٹونک کا قدیم قلمی کتب خانہ۔ جو کبھی کتب خانہ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں کہلایا تو کبھی سعیدیہ کتب خانہ اور اب راجستھان اورینٹیل ریسرچ انسٹیٹیوٹ ٹونک کے نام سے چوکی کہاران پر ایک عمارت میں واقع ہے۔ مولانا نے وہاں بھی تشریف لے جانے کا ارادہ فرمالیا۔ اس رکارڈ کے انچارج صاحبزادہ شوکت علی خاں صاحب ایم اے نے مولانا کا بڑے اہتمام سے خیر مقدم کیا۔ اس موقع پر کافی احباب کو دعوت دی اور اس ذخیرہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو مدعو کیا مولانا نے وہاں پہنچکر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور اس ذخیرہ کو مزید دیکھنے کے لئے علیحدہ کسی وقت مستقل طور پر تشریف لانے کا وعدہ کیا۔

اس مختصر نشست میں صاحبزادہ شوکت علی خاں نے خیر مقدم کے طور پر دوسرے انتہامات کے ساتھ اپنے نیک جذبات کا اظہار تحریری طور پر خاص انداز میں کیا جو خود بھی ایک اچھے مضمون کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ مضمون بھی اس روداد کے ساتھ طبع ہونے والا تھا لیکن اس وقت کچھ مجبوری کی بنا پر شائع نہیں ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ آپ اسے مضمون کی شکل میں علیحدہ دیکھیں گے۔ مولانا نے بھی وہاں سے روانہ ہوتے وقت بڑے دلسوز اور دلگداز انداز میں چند منٹ تک اس ذخیرہ کے لئے روح افزا دعا فرمائی اور بڑی پرمسرت اور پر بہار فضا میں یہ مختصر نشست پایہ تکمیل کو پہنچی

دیر کافی ہو چکی تھی اور مزید قیام کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ اس لئے واپسی کے لئے فوراً عمارت مدرسہ کی جانب قیام گاہ واپسی ہوئی اور سفر کی تیاری ہوئی۔ کچھ سامان پہلے سے تیار تھا۔ صبح کا کھانا پہلے ہی سے جے پور میں جناب عبدالقیوم صاحب کے یہاں طے تھا لیکن تاخیر ہو جانے کی گنجائش رکھی گئی تھی

روانگی کے وقت مولانا مدرسہ کی عمارت سے بڑے قلبی تاثر کے ساتھ واپس ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کو وہاں کی ہر چیز یاد کر رہی تھی اور وہ یاد ایک تاریخ بنتی چلی جا رہی تھی۔ واپسی کے وقت جمیع ہمدردان مدرسہ حاضر تھے۔ شہر کے دوسرے معزز حضرات بھی تشریف رکھتے تھے۔ بالآخر مولانا نے دلِ حزیں کے ساتھ حاضرین سے رخصت چاہی۔

ٹونک سے واپسی ذریعہ کار ہی طے تھی۔ مولوی حکیم احمد حسن خاں صاحب مفتی اور دوسرے کرم فرما جے پور سے مولانا کے ساتھ کار میں تشریف لائے تھے۔ ان ہی حضرات کی معیت میں مولانا کی واپسی ہوئی۔ جو صاحبان ندی تک مولانا کو رخصت کرنے جانے والے تھے، انہوں نے ندی تک [illegible] دیا۔

ندی پہنچکر مولانا نے ایک بار پھر بناس ندی کا صاف وشفاف پانی طلب فرمایا اور سیراب ہوکر پیا۔ نیز اپنے ہمراہ کسی ظرف میں اسی قدر پانی بھی ساتھ لے لیا جو کم ازکم دہلی تک مولانا کا ساتھ دے سکے۔

مولانا کی واپسی ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو تقریباً ایک بجے ٹونک سے ہوئی۔ اس تاخیر کی وجہ سے جے پور میں صبح کا کھانا کافی موخر ہو گیا۔ ہمروزہ مولانا کو دہلی تشریف لے جانا تھا۔ اس لئے ایک ہفتہ کے بعد ہی مولانا کو تین چار عرب ممالک کا سفر درپیش تھا۔ جس میں حج بیت اللہ بھی شامل تھا۔ چنانچہ دہلی سے ضروری تکمیلات کے بعد مولانا حسب پروگرام اپنے طویل سفر پر روانہ ہو گئے۔

اِدھر ٹونک سے مولانا کی واپسی ہوئی۔ اُدھر ہفتہ عشرہ بعد ہی کچھ اسباب ایسے فراہم ہوئے تھے کہ اوائلِ نومبر میں ٹونک کی رباطوں کے سلسلہ میں میرا بھی فوری طور پر سعودی عرب جانا ہو گیا اور ابتداءً بمبئی اور بعد حج مکہ مکرمہ میں مولانا سے برابر ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اس نعمت غیر مترقبہ سفر کی وجہ سے [illegible] نومبر ۱۹۷۶ء سے ۲۶ جنوری ۱۹۷۷ء تک ٹونک سے غیر حاضری رہی اور اس غیر حاضری کی بنا پر مدرسہ کی رپورٹ موخر ہوتی چلی گئی۔ واپسی پر کثرت کار اور مشاغل [illegible]

www.abulhasanalinadwi.org

نے اول تو موقع نہیں دیا۔ پھر مولانا کی ریکارڈ کی ہوئی تمام تقاریر کو ضبط تحریر کرنا تھا۔ اس میں بھی کافی وقت صرف ہوگیا اور تاخیر پر تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اب تقریباً ایک سال پانچ ماہ کی مدت گذر جانے کے بعد مدرسہ کی یہ رپورٹ بڑی تاخیر سے آپ حضرات تک پہنچ رہی ہے۔

ٹونک میں مولانا نے مدرسہ کے جو حالات دیکھے تھے اور اہل مدرسہ اللہ کے بھروسہ پر مدرسہ کو ترقی دینے کے لئے جو قدم اٹھا رہے تھے۔ اس کے پیش نظر واپسی کے وقت مولانا نے ذمہ داران مدرسہ سے وعدہ فرمایا تھا اور اپنی ایک تقریر میں بھی اظہار فرمایا تھا کہ مجھ سے اگر مدرسہ کی کچھ خدمت ہوسکی تو ضرور کرنے کی کوشش کروں گا۔ مولانا کو یہ وعدہ یاد رہا۔ مکہ مکرمہ میں جب مولانا سے ملاقات ہوئی تو اس سے بھی اندازہ ہوا کہ مولانا کو وہ بات یاد ہے اور مولانا مدرسہ کے لئے فکر میں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مدرسہ کی مدد ہو اور مدرسہ ترقی کرے۔ جب حرم شریف میں مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا مولانا وہاں اپنے شاگرد رشید مولوی عبداللہ حسنی صاحب ندوی کے یہاں مقیم تھے، وہاں جس قدر وقت گذرا مولانا ٹونک کو یاد کرتے رہے یہاں کے قصے سناتے رہے، خود بھی محظوظ ہوتے رہے اور دوسروں کو بھی کافی مسرت ہوتی رہی۔

حج سے واپسی کے بعد مولانا نے اپنے وعدے کا ایفا شروع کردیا ہے اور مدرسہ کا تعاون شروع فرمادیا ہے ہم تمام اراکین و ذمہ داران مدرسہ تہہ دل سے مولانا کے مشکور ہیں اور بقول مولوی احمد حسن خاں صاحب مفتی مشکور بھی کیوں ہوں مولانا تو گھر کے آدمی ہیں، مدرسہ خود ان کا مدرسہ ہے انھیں خود اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور ماشاء اللہ مسرت ہے کہ مولانا مدرسہ کو اسی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم دست بدعا ہیں کہ رب قدوس مولانا کو تا دیر زندہ سلامت و بعافیت رکھے اور آپ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کا موقع عنایت فرمائے۔ متعنا اللہ بطول حیاتہ بفضلہ وکرمہ واحسانہ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

www.abulhasanalinadwi.org